



# ساپک چین دوستی زندہ باد

۱۹۷۱ء

قیمت پچیسے





F Engels

کارل مارکس کے رفیق خاص فریڈرکس اینجلز



Karl Marx

عظیم انقلابی نظریے کمیونزم کے خالق کارل مارکس



۱۶ مئی ۱۸۴۸ء کو وینر ڈوم کالم کو گراتے ہوئے۔



پیرس لاشازے کے قبرستان پر کمیونارڈز اور ورسیلیز کے  
فوجیوں کے درمیان آخری بھڑک

(مضمون اندر کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں)



# مَنشور

## حیات و معائنات کا ترجمان

جلد ۸ مئی ۱۹۷۱ء شماره ۵

مدیر

سبط اختر



قیمت

مربعہ پاکستان

فے پرچہ - ۵۰ پیسے

سالانہ - ۵ روپے

مشرق پاکستان

(ہوائی ڈاک سے)

فے پرچہ - ۶۵ پیسے

سالانہ - ۷ روپے



ناشر: سبط اختر

طابع: سید صاحب علی مشہور پریس کراچی

اداریہ

۴ مئی تحریک کا پیغام - انقلابی عمل

مختصر عنوانات

۶ ۱۔ وطن

۸ صحرا بہ صحرا کو بہ کو

مصائب

۵ رشید حسن خان کوور ہاکیوں نہیں کیا جاتا؟

۱۱ چھ نکاتی و گرام کا طبقاتی تجزیہ

۲۱ یکم مئی ۱۹۷۱ء - حاجی عدیل

۲۲ پیرس کمیون کا عظیم جسم سر بلند رہے گا

— شبیہ عباس

— بھارتی توحید پسند کیا کرنا چاہتے ہیں؟

۳۶ پیکنگ ریویو کا تبصرہ

۲۷ صدر کیلی کے نام رومی صدر پوڈ گورنی کا پیغام

— پاکستان اور بھارت کے بارے میں

۳۸ چین اور روس کی پالیسی - پروفیسر رشید احمد خان

۲۹ نکل باڑی پاکستان کی حمایت کرتے ہیں

۳۱ بلوچستان کی نئی تحریک کا طبقاتی تجزیہ

۳۱ شہر مارخان

۳۷ اسلام پسندی کی مزدور دشمن سرگرمیاں



پتہ: — کے - ۱۸ جوہر کالونی منگھوپیر روڈ کراچی ۷۴



# مٹی تحریک کا پیغام

## انقلابی عمل

کے جگری دوست انجیل نے لاتعداد دلائل سے اپنے موقع کو ثابت کیا اور بین و مائن نے ۱۹۷۰ء میں امریکہ کو سر زمین دس کی تجربہ گاہ میں اس نعرے کے مطابق انقلاب برپا کر ڈالا۔ عظیم کتبہ انقلاب کے بعد چیرمین ماؤ کی قیادت میں عوامی جمہوریہ چین کے تیان سے مارکس اور انجیل کے دعوے اور لینن و اسٹالن کے تجربے پر ایک اور بہ تصدیق لگ گئی اور اب تو ہوجی منہ کے دینام سے لے کر میڈلا کے افریقہ تک ہر جگہ بر دھاری طبقہ کی قیادت میں عوامی جنگ آزادی لڑی جا رہی ہے۔

نند کا گو کے منظم اور باشعور مزدوروں نے اپنے طویل اوقات کار میں کئی کئی گنے لگے جوئی تحریک شروع کی تھی وہ اب ریاستی اقتدار پر بروٹ ریب کے منتظم تک جا پہنچی ہے۔ پہلے مزدور صوف ٹریڈ یونین منظم کرتے تھے، اب ٹریڈ یونینز کے ساتھ ساتھ ان مزدوروں کی انقلابی تنظیمیں بھی بننا رہے ہیں، جوسیا کی اقتدار پر قبضہ کرنے کی جوڑ سے متفق ہیں، پہلے مزدور تنہا تھے، اب وہ اپنے قریب ترین حلیف یعنی کسان طبقے اور دوسرے مظلوموں کو بھی منظم کر رہے ہیں۔

پہلے مزدور ہنسے اور سرمایہ داروں کے ہنگے ظلم کے بدترین شکار تھے اب وہ مسلح اور بنی نوع انسان پر ہونے والے تمام مظالم کا بدلہ چکانے کے لئے تیار ہو رہے ہیں کل مزدور ایک محدود دائرے کی صورت میں مطالبات کے لئے محدود لڑائی لڑتے تھے آج وہ معیشت، ثقافت اور سیاست سے تعلق رکھنے والے ہر شعبے میں مثالی طور پر ہر جہتی اور طویل المیعاد جنگ لڑ رہے ہیں۔ کل مزدور اپنی ہی صفوں میں چھپے ہوئے غداروں سے بھی مات کھا جاتے تھے، آج وہ سلاہوں موقع پرستوں، نریم پسندوں اور منافقوں پر بھی فحیاب ہو رہے ہیں۔

تاریخ نے بڑی زبردست جھلناٹ لگائی ہے مزدور تحریک انتہائی اہم کر دے لے چکی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان حالات میں ایسا طبقائی فرض ادا کریں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، پہلقدی کریں، اپنے وسائل کو سمیٹیں، اپنی متوتیں حکمت عملی کو آگے بڑھائیں، دست نقوں کو چھانٹیں، جھین منظم کریں، باہمی اعتماد کی سطحیں بڑھائیں، ڈگمگاہٹ اور مرخجان مریخ روٹے سے بچھا چڑھائیں بہت اور جرأت کا نظا برہ کریں۔ اصول پسندی اور کھرے پن کا ثبوت دیں۔ مصالحت پرستی اور ہم پسندی کی دلدل میں گرے سے بچیں۔

جوئی اور بین الاقوامی سطح پر حق و انصاف کے لئے کشیدہ ہونے والوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، مظلوم عوام ہمارے ساتھ ہیں، انقلابی فلسفہ ہمارا رہنما ہے، فحند قائلے ہماری پشت پر ہیں ہمارا طروص سلامت، منزل یقیناً قدم چوکی۔

آج بکے مٹی ہے۔ ایکائو سے ۹۱ سال پہلے امریکہ کے صنعتی شہر شکاگو میں تمام مزدوروں نے ہسے مارکٹ کے مقام پر اپنے مطالبات کیلئے آواز بلند کیا تھا مزدوروں کی بلند آوازی، سرمایہ داروں کو بڑی بگی توڑا ہوں نے ریاستی ڈھانچے کے ذریعے قتل عام کر دیا۔ مزدوروں کا قتل عام تو ہو گیا مگر سرمایہ دار اپنے مکروہ مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے کہ پھر نچر نچر مزدوروں کے تیز و تند نعرے بلند ہونے لگے مزدوروں کے خون میں سرخ ہونے والا چیم، مٹی تحریک کی علامت بن گیا اور پھر ہر جگہ سرخ جھنڈے لہانے لگے۔ مزدوروں نے حق و انصاف کیلئے اپنی لڑائی ختم کی اور نہ سرمایہ داروں کا ظلم و تشدد بند ہوا۔ عمل اور رد عمل کا سلسلہ قائم رہا اور ابھی جاری ہے۔

جیسے جیسے مزدور تحریک آگے بڑھتی رہی، ویسے ویسے مزدوروں کے مشا بدسے مطالبے اور تجربے میں اضافہ ہوتا رہا اور یہ بات سلسلے آتی تھی کہ اب سرمایہ داروں نے خود مزدوروں کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے اور ٹریڈ یونینوں میں غداروں نے اپنی جگہ بنالی ہے۔ سب سرخ پرچم اٹھانے لگے، سب روٹی روز گاہ کی بات کرنے لگے، سب نے حالات کار اور مزا ملازمت کی بہتری کے لئے مطالبے رکھنے شروع کر دیے، کہیں سرمایہ داروں نے کچھ مان لیا، اور کہیں اپنے ایکٹوں کے ذریعے سب کچھ توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ مگر حالات زندگی میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آسکی۔ ظاہری تبدیلیاں ضرور ہوئیں مگر معیشت کا اصل استحصال و دھانچہ قائم رہا۔ انیس بیس کا فرق تو بڑا مگر ظالم و مظلوم طبقوں کے باہمی رشتے جوں کے توں رہے۔ بلکہ مزید خرابی آتی تھی اور حالات بسے بدتر ہوتے گئے کہ مزدور اپنی

اجتماعی جسد و جسد سے جو کچھ حاصل کرتے سرمایہ دار اپنی ریاستی مشینری کے ذریعے نہ صرف وہ، بلکہ اور زیادہ واپس لیتے۔ عرصہ فرد اور اجتماع، ہر سطح پر مٹی بھرا انسان نما جان ہی نوع انسان کو جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ایک ٹھوکریا حقیر سے لیکر غذائی محتایا عالمی جنگ تک طبقائی نظام کی شیطان منافع خودی کا عمل جاری رہا استحصال معاشرہ جیٹا تو طبقائی تقسیم اور طبقائی کشمکش کی حقیقتوں کو بھی تسلیم کیا جانے لگا مگر اسس طبقائی تضاد کو کمبو نکھر حل کیا جائے؟ یہ وہ کلیدی سوال تھا، جس کا جی جواب عظیم کارل مارکس نے دیا۔ علامات کے اس بے مثال سائنسداں نے صاف صاف بتایا کہ جب تک مظلوم طبقے، ظالم طبقوں کا تختہ الٹ کر اپنی بروٹ ری اریٹ قائم نہ کریں گے تب تک یہ دنیا ایسی کی ایسی ہی رہے گی عظیم مارکس اور اس



# رشید حسن خان

## کو رہا کیوں نہیں کیا جاتا؟



میں تصویر پاکستان کے عظیم طالب علموں کی انقلابی تنظیم نیشنل اسٹوڈنٹس فیدریشن کے صدر رشید حسن خان کی ہے۔ ان ایس ایف کے صدر کو ڈومیسٹک کالج اسٹوڈنٹس یونین کے انتخابات میں انتظامیہ کی طرف سے سخت دھاندلی اور جانبداری کے خلاف احتجاج کرنے کے سرفرازانہ تجربہ میں گرفتار کیا گیا تھا۔ حالانکہ اب انتخابات جیتنے والی پارٹیوں کے تمام کے تمام کارکن رہا کئے جا چکے ہیں مگر طلبہ برادری اور دور طبقہ کے رہنماؤں کے ساتھ حکومت نے ابھی تک سوتیلی مات کا رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ رشید حسن خان بھی پس زندان میں ان کی کال کو ٹھونکنے کے دروازے ابھی تک دہانہ نہیں کئے گئے۔

کئے چلے جاتے ہیں — آخر کیوں؟  
اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ اس طرح انسانی شعور کا قافلہ روک دیا  
نمو کی قوتوں کا گلا گھونٹ دے گا، تنظیم و اتحاد کو توڑ دے گا، تو وہ  
وقت کے دھماکے کے خلاف جا رہا ہے اور آج تک کسی آنکھ نے وقت  
کے دھماکے کے خلاف جانیا لوں کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھا ہاں یہ  
مزدور دیکھا ہے کہ اس تیز و تند دھماکے نے بڑے بڑے مہرندوں  
کو اٹھا اٹھا کر پٹخ ڈالا خود ہمارے ملک کی اور ابھی حال کی تاریخ اس  
امر کی گواہ ہے کہ عوام دشمنی بھی برگ و بار نہیں لاتی۔ عوام دشمن  
اقدامات کھٹھ کر رہ جائیں گے، بے حی کی برف چھل کر رہ جائیں گے  
اور عوام دیقین کے پیکر خوفزدگی اور بزدلی کے گھٹا ٹوپ اندھیدوں کو  
چیر کر رکھ دیں گے۔

آج تک کوئی کسی کی آواز نہ بچل سکا۔ تاریخ ہزار سال کا  
سفر طے کر چکی ہے۔ مگر انسان کا ہر قدم آگے — اور آگے کی طرف  
ہی بڑھتا رہا ہے۔ انسان دوست قوتیں زندہ جاوید ہیں، لازوال ہیں  
انٹ ہیں اور انھیں محسوس و مصلوب کرنے والوں کا آج نام و نشان تک  
نہیں ہے۔

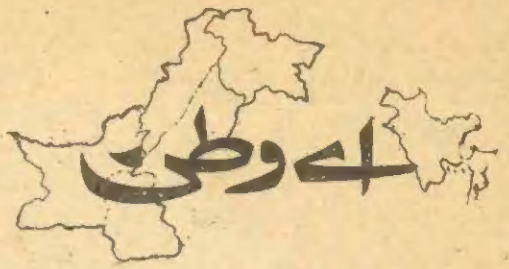
وقت کی پکار سنو، نوشہہ دیوار پڑھو رشید حسن خان کو  
رہا کرو۔

رشید حسن خان آج بھی جیل میں بند ہیں۔ پاکستان کے طالب علم، مزدور  
کان، سیاسی رہنما اور کارکن اور عام لوگ ان کی رہائی کے لئے ان گنت مرتبہ  
مطالبہ کر چکے ہیں، یوم احتجاج منعظم ہو چکے ہیں، وفود، حکام متعلقہ سے  
مل چکے ہیں اور قوم کے نئے منتخب شدہ رہنما بھی اپنے طور پر بات کر چکے ہیں،  
مگر رشید حسن خان آج بھی بند ہیں۔

اور پھر معاملہ صرف نظر بندی تک ہی محدود نہیں رہا ہے بلکہ اب  
تو یارانِ طرفیت اور چھ مچھکٹوں پر اتر آئے ہیں۔ یہ خبریں مسلسل آ رہی  
ہیں کہ انھیں طرح طرح سے تنگ کیا جا رہا ہے۔ انصاف کی دیوی مہربان  
ہے، قانون کا دیوتا ابھرا ہے اور نوجوان نسل کا احساس رہنما، باشندہ  
مجاہد اپنی اپنی دیواروں کے پیچھے جبروتِ درد کا نشانہ بنا ہوا ہے، وہ جس  
کی ایمانداری اور مہیا کی قسم کھائی جاتی ہے آج عوام کی نظروں سے دور  
ہے۔ وہ جس نے عوام کیلئے اپنی جوانی لٹائی آج بے دست و پا اور مچھوڑ  
ہیں۔

عوام قوانین کے تحت، عام قیدیوں کو سزاؤں میں جو رعایت  
اور چھوٹ دی جاتی ہے، رشید حسن خان سے وہ بھی چھین لی گئی ہے  
تہذیب و تمدن کی قدیں، پیروں تلے روندی جا رہی ہیں، شہری  
آزادی غصب ہو رہی ہے مگر حکام متعلقہ "راج ہٹ" کا مظاہرہ





# پاکستان کیلئے فیصلے کا مرحلہ

## فولاد کا کارخانہ یا بھارت کی غلامی

ہماری بین الصوبائی مواصلات اور ہمارے پانی پر پہلے ہی بھارت نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ مجھ وطن حلقوں میں سمجھا جا رہا ہے کہ روسی سترھویں سے تعمیر کئے جانے والے فولاد کے کارخانے کے قیام کے بعد ہماری معیشت بھی بھارت کی غلام ہو کر رہ جائے گی لیکن ہماری نوکرتاہمت تصور کرتے ہیں کہ پاکستان کے عوام بھارت کے ان کھلے نوکرتاہمت پر ملمع کر دیا گیا ہے۔ بے وقوف بن جائیں تو وہ غلطی پر رہے۔

و مختلف مصنوعات جو گزشتہ چند سالوں میں عوام میں اخلاقی طور پر بار بار زیر بحث آتے رہے ہیں ان میں ایک پاکستان میں فولاد کے کارخانے کے مسئلہ کا موضوع بھی ہے اور اب دو دھائیوں لگن کرنے کے بعد عوام کی یاد دہانیوں اور حکمرانوں کی متواتر بھانپا جاتے اور پس و پیش کے بعد جب خواب ایک حقیقت بنتا نظر آ رہا ہے تو ایک دوسرا سوال ابھر گیا ہے کہ اگر اس کارخانے کے لئے قرضے کے ساتھ پچھلے دروازے سے ہم پر تاشقند اسپرٹ، مسلط کی جا رہی ہو تو پھر اس منصوبے کی قدر ہمارے لئے کیا ہوگی۔ کیونکہ سودیت یونین کے ساتھ حال ہی میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے ہیں جس کے مطابق دو سو ملین ڈالر سے فولاد کی تنصیبات کو راجی میں لگائی جائیں گی جس کی بنیاد خام مال کی درآمدات پر ہوگی۔

اس منصوبے کے مخالفین کی جانب سے نشاندہی کی گئی ہے کہ دنیا میں کچے لوہے کے بیشتر ذخائر پہلے ہی مختص کئے جا چکے ہیں۔ فولاد کے کارخانے کی کاروباری کے چار مہینے، ایس ایم یوسف غور مشہور و توں آسٹریلیا گئے تھے اور یہ امکان بہت کم ہے کہ وہ ملک ہماری ضروریات پوری کر سکتا ہے کیونکہ اس نے اپنے ذخائر کے متعلق پہلے ہی جاپان سے سودا کر لیا ہے۔ اس کے بعد جو ملک رہ جاتا ہے وہ صرف بھارت ہے جس میں گدا کے مقام پر کچے لوہے کی کابین موجود ہیں۔

ہمارے فولاد سازی کی صنعت کو ان کا لڑنے سے تعلق قائم کرنے کے لئے سودیت یونین اسی وقت سے خواہش مند ہے جب سے ہماری حکومت نے اس ضمن میں سودیت امداد کی درخواست کی ہے۔ ان خفیہ کوششوں کا اندازہ کر کے جو حالیہ دنوں میں اس مقصد کے لئے کی گئی ہیں کہ بھارت سے ہمارا اٹکر اؤ ختم ہو، ایک ایسی صورت حال کا تصور کرنا مشکل نہیں ہے کہ ہماری نوکرتاہمت ہی کس طرح بھارت سے کچالو باخیز نہ ہو۔ مجبور ہے یا عوام کو اس منصوبے سے فکر اگر منصوبے کو ختم کرنا چاہتی ہے۔

مقصود کی خاطر افغانستان سے تعلق قائم کریں۔ منصوبے کے مطابق ملکر کراچی میں تعمیر کرنے کی وضاحت کی گئی ہے کیونکہ یہ ہمارے افراتاہم کیلئے زیادہ آسان ہوگا۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ افغانستان سے ایک ہزار میل سے بذریعہ ریل گاڑی کچالو باخیز ہونے کے بجائے بھارت سے سمندر ہی راستے سے لوہا منگوانا آسان ہوگا۔ (زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ایک فسر نے پاکستان کی بعض ہونگ آبادی کے متعلق لکھتے ہوئے یہ ڈرمانت کیا کہ یہاں انسانی محنت کی قلت ہے لہذا زراعت میں میکانیکی انداز کی ضرورت ہے) جب کبھی فولاد کے کارخانے کا مسئلہ اٹھتا ہے تو ہمارے یہاں افراتاہم بہت دھرمی اور غور کار کو یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ کالا باغ میں موجود کچے لوہے کو بھی لازماً استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے متعلق متعدد مرتبہ دلائل دئے گئے ہیں کہ ان کا لڑنے کی بنیاد پر چلا یا جانے والا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ ابتدا ہی سے انہوں نے ایک ہی سکتے کے دو رخوں کو علیحدہ کر دینے کی کوشش کی ہے۔

کیا مسٹر ایس ایم یوسف عوام کو بتائیں گے کہ ہزاروں میل دور آسٹریلیا سے درمیانہ درجہ ہمارے پاس بہت کم ہوتا ہے کی قیمت پر درمیانہ درجہ کچالو باخیز استعمال کر کے منصوبہ زیادہ کامیاب ہوگا یا ملکی خام مال استعمال کر کے ایک بہتر منصوبہ تکمیل پائے گا۔ شاید ہمارے حکمرانوں کو معلوم نہیں ہے کہ ایک ملک کی ترقی کے لئے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا جاسکتا جو ایک برائے ملک کے لئے مکتبی کو حلانے کیلئے اختیار کیا جاتا ہے۔ ملکی سالمیت کے تحفظ، اور اس کی ترقی کو برقرار رکھنے اور وطن کو بیرونی محنت جی اور بلیک میل سے آزاد کرانے کو دوسری تمام تجاویز پر اولیت حاصل ہے اگر ہم ان مقاصد کو حاصل کر سکیں تو یہ بذات خود ایک شاندار فائدہ ہوگا لیکن اگر ہم چند روپے کا کراچی قومی خود مختاری کھودیتے ہیں تو ہر چیز کو کھودینے کے مترادف ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں حاجی جگ کا اعلیٰ قسم کا کپڑا ہاجس کے استعمال کے لئے ابتدائی سوئوں نے تجویز پیش کی تھی اب اس کا خیال ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ سرمایہ سی طور پر وہی حکمرانوں کے لئے یہ بات زیادہ پرکشش ہے کہ اس منصوبے کے لئے بھارت کے محتاج ہوں بجائے اس کے کہ ہم اس



ہیں۔ اس کا ذرا سا بھی خیال کئے بغیر کہ کس طرح ہم مشینوں کو اپنے ملک میں کمرزت سے تیار کر سکتے ہیں یہ مشینیں بھاری تعداد میں باہر سے متعلقہ جاری ہیں۔ مثال کے طور پر حال ہی میں مرکزی حکومت نے اپنے محکموں میں اعداد و شمار تیار کرنے کی مشینیں لگائی ہیں جبکہ تعلیم یافتہ افراد میں بیرونی گاری خطرے کی حد تک بڑھ چکی ہے۔

سابقہ دور میں ہمیں قومی جذبات، خود انحصاری اور حقیقی آزادی کے لئے صرف ایک بڑی طاقت ریاست یا بڑے متحدہ امریکہ سے لڑنا پڑتا تھا اب سوویت یونین بھی قوم کی طرف سے ان مقاصد کی مزاحمت کرنے کے لئے میدان میں اتر آیا ہے۔ ہماری بین الصوبائی مواصلات اور ہمارے پانی پر پہلے ہی بھارت نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ محب وطن حلقوں میں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ روسی قرضے سے تعمیر کئے جانے والے فولاد کے کارخانے کے قیام کے بعد ہماری معیشت بھی بھارت کی غلام ہو کر رہ جائے گی لیکن اگر ہماری نوکرت ہی یہ سمجھتی ہے کہ پاکستان کے عوام بچوں کے ان کھلونوں، جن پر ملمع کر دیا گیا ہے، بیوقوف بن جائے تو وہ غلطی پر ہیں پاکستانی عوام ان تمام سازشوں سے باخبر ہیں جو اس ملک میں بیرونی مفادات رکھنے والوں نے اندرونی رجحانوں کے ذریعے سے کی ہیں، وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کے جرائم کا حساب چکایا جائے گا۔

تک ان عناصر کا ایک منفی رویہ تھا لیکن اب اس کے قیام کے مطالبے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا نئی صورت حال جو بظاہر معلوم ہوتی ہے کچھ بھی ہو لیکن کالا باغ کا کچا لوہا استعمال ہو گا یہ مرخصیہ خوف کہ پاکستان فولاد میں خود کفیل بن رہا ہے سمجھیں آتا ہے کہ کوئی نہ امریکی فولاد کا سب سے بڑا خریدار ہے اور یہاں امریکہ سے درآمد کی جانے والی کل اشیاء کا ایک تہائی حصہ فولاد سازی کی صنعت سے متعلق ہوتا ہے۔ منصوبہ بندی کمیشن کے مطابق ۱۹۶۹ء کے دوران ہماری درآمدات کے بل کا وہ حصہ جو فولاد کی درآمد سے متعلق تھا، ایک ملین ۷۰ کروڑ ۶۵ لاکھ روپے کا تھا اور ۱۹۶۸ء کے دوران یہ دو ملین اور بیس کروڑ تک پہنچ جائے گا۔ جو کچھ منصوبے کی مدت کے دوران فولاد کی درآمدات کیلئے دس ملین روپے خرچ کرنے ہوں گے، اور یہ رستم ہمارے کل زرمبادلہ کی آمدنی کی ستریس فیصد سے بھی زیادہ ہوگی۔ امریکی صنعت سے چھٹکارا نہ حاصل کرنے اور ان بڑے اعداد و شمار کا مطلب یہ ہے کہ تاجروں اور ان سے گھٹے جوڑ کر نیوالی افرشتی کو بھاری منافع مل رہا ہے۔ باہر بھی جانینوالی اشیاء کی قیمتوں میں زائد اندراج کر کے کس قدر رستم بنی کھاؤں میں لکھی جاتی ہے اس کا اندازہ کس کو ہے۔

ان کے جرائم ایک ہی شعبے تک محدود نہیں ہیں۔ اس امر کی بہت سی مثالیں ہیں کہ کس طرح وہ ملک کو اندھا دھند چٹان کے نیچے دھکیل رہے

# FUJI FILM

AMATEUR FILMS & PAPER

FUJI FILM

MICROFILMS & EQUIPMENT

GRAPHIC FILMS

FUJI FILM

PHOTO-COPYING MATERIAL

X-RAY FILMS

FUJI FILM

CAMERAS & EQUIPMENT

CINE FILMS

FUJI FILM

CHEMICALS

FOR SUPPLIES AND INDENTS PLEASE CONTACT

## WASTI ENTERPRISES LIMITED

4th Floor, Eveready Chambers, off McLeod Road, Karachi

BRANCHES: Dacca—LAHORE—RAWALPINDI





# ترکے میں جمہوریت اور آمریت کی کشمکش

الحسن ندیم

سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ۱۹۶۰ء والی فوجی مداخلت اور موجودہ فوجی مداخلت پر عوام اور باشعور طبقوں کے رد عمل مختلف کیوں ہیں۔

## مئی ۱۹۶۰ء کی فوجی مداخلت کے محرکات

ترکی میں ۱۹۵۰ء میں صدر جلال بایار اور عدنان مندریس کی ڈیموکریٹک پارٹی برسر اقتدار آگئی تھی۔ اس پارٹی کی طاقت کی بنیاد ترکی کے زمیندار طبقے کی حمایت پر تھی۔ چنانچہ برسر اقتدار آنے کے بعد عدنان مندریس نے اپنی حکمت عملی کی بنیاد حق معاد پر رکھی۔ اس کی سیر دینی اشتہار کی درآمد کی بجائے سیر دینی سرمایے کی وسیع پیمانے پر درآمد شروع کی۔ "سیاسی استحکام" سیر دینی سرمایہ کاری کے تحفظ اور گمشدہ احبارہ دار سرمایہ دار طبقے کی تخلیق کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ اس قسم کے سیاسی استحکام پیدا کرنے کے لئے حزب مخالف اور اخبارات کا غلا گھونٹنا منطقی ضرورت بن جاتا ہے۔ لہذا مندریس حکومت نے متوازن ایسے اقدامات کئے اور ایسے قانون

## جمہوریت اور آمریت کے پختہ آزمائی

### ترکے اور پاکستان میں ایک ہی

#### انداز میں جاری رہے

بنائے جس سے حزب مخالف زیادہ سے زیادہ پابند ہوتی تھی۔ اس کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی سخت ہوتی تھی۔ ایشیائی حقوق کی پامانی ہوتی تھی۔ اور پریس کی آزادی کی حالت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی جانتا کافی ہے کہ اس دس سالہ دور میں دوسرے زائد صحافی جیل کی کوٹھڑیوں میں پڑے سڑے رہے۔ جن کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ مندریس حکومت کے اعمال کی حریت گیری کرتے تھے۔

مندریس کے دور حکومت اور پاکستان میں ایوب کے دور حکومت میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں کے اقدامات طریق کار سماجی، معاشی اور اقتصادی صورت حال میں بہت زیادہ مماثلت ملتی ہے اور یہی تاریخی تواتر ہی ہے کہ دونوں کے خلاف احتجاج کا آغاز بھی ایک ہی طرف سے ہوا اور اس احتجاج میں شدت بھی ایک طرح کے اقدامات اور ان کے رد عمل نے پیدا کی۔ البتہ انجام میں ضرور فرق ہے۔ جزیہ لوجہ معترضہ تھا۔ ۱۹۶۰ء میں جبکہ مندریس کے اقتدار کا دسواں سال تھا۔ اس نے ایک بااختیار تحقیقاتی کمیشن قائم کیا۔ جس کا مقصد مصمت الخوڑکی جاعت ری سیکرٹری ہائی کے سرگرم اراکین اسمبلی کے خلاف "وطن دشمنی" اور انٹرنیشنل سرگرمیوں کی تحقیقات کرنا تھا۔ یہاں ذرا ایوب حکومت کے اسی نوعیت کے اقدامات

ترکی کے ملا نصیر الدین پری کا ایک بااختیار گم ہو گیا۔ ملائیت پریشان ہوئے کہ یہی تو زندگی کا اتنا تھکا دہ بھی چین کیا۔ ملا کھانا پینا خیر کر خیر کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ قریب کاؤں سے باہر ایک مکان کے اندر کہ جہت اس کی غائب بھی تجر کو بند چاہا یا۔ اپنے کھوئے ہوئے خیر کو یوں سامنے دیکھ کر بد حال ملا کی خوشی کا کوئی سٹکانہ نہیں رہا۔

مسترت کے اس لمحے ملا نے کہا ساری بات اب سمجھ میں آئی۔ اللہ میال جب اپنے نیک بندوں کو خوش کرنا چاہتا ہے تو پہلے ان کا تختہ گم کر دیتا ہے۔ اور جب وہ تلاش کرتے کرتے پاپس ہو جاتے ہیں تو ان کا تک خیر انہیں واپس دلوا دیتا ہے۔ ملا نصیر الدین کے وطن میں جمہوریت کے ساتھ بھی ملا کے خیر دلا معاملہ ہی ہوتا آ رہا ہے۔ کبھی کم کیا۔ کبھی لی گیا۔ ایک ترکی برکبا مروت ہے۔ اکثر شرقیہ زیر ممالک میں بھی کچھ بوتا چلا آ رہا ہے کہ جمہوریت اور جمہوری حقوق کبھی چین جاتے ہیں کبھی دل جاتے ہیں۔ اور یوں عوام امید ویم کے دو کمانوں کے درمیان ترسکتے پھر رہے ہیں۔ کبھی اور کبھی اور۔ ملا نصیر الدین نے مشیت امرو کی کے امور کو شاید ٹھیک ہی تو سمجھا تھا۔ ترکی میں جمہوریت کا تختہ گم ایک بار پھر گم ہو جانے کو ہے۔ پچھلے دنوں مسلح افواج کے کمانڈروں نے جہت آت اسٹان جنرل محمدرح طغاک کی، سربراہی میں دیرک حکومت کو اپنی میٹم دیا کہ موجودہ حکومت نے اپنی کمزوری سے جمہوریت کی کے وجود کو خطرے میں ڈال دیا ہے ملک میں طوائف اللہ کی کا دور دورہ ہو گیا ہے۔ ہر طرف سیاسی اور معاشی ابتری پھیل چکی ہے۔ جس سے کمال امارت کی تعریفیں کردہ جدید ہندیک کی منزل کو پانے کے امکانات دھندلا گئے ہیں۔ اس لئے جلد از جلد جمہوری ذرائع سے نئی مضبوط حکومت قائم کر لی جائے۔ موجودہ استبرصورت حال پر ناہو پایا جائے۔ ورنہ مسلح افواج نے جمہوریت کے تحفظ کا رستوری فریقہ سر انجام دینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ تمام اختیارات براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لگی۔ اس اسی میٹم کے صرت جاری رکھنے کے بعد سرسلیان دیرل نے اپنا استعفیٰ صدر جمہوریت جنرل شائے کو بھجوا دیا۔ اور ساتھ ہی فوج میں تبلیغ بھی شروع کر دی گئی ہے۔ اس وقت تک میں فوجی انٹر میں ۵ جنرل اور ۹ کرنل کے عہدے کے انسرال بھی شامل ہیں فوج سے نکال دئے گئے ہیں۔ اور بہت سے انسرل کے دور رسا علاقوں میں تارے کر دئے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسی میٹم دراصل نکالے جانے والے ان انسرال کے دباؤ میں دیا گیا تھا۔ ان ٹرائڈ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ فوج کی موجودہ مداخلت کا عوام نے اچھا تاثر نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں سیاسی بحران زیادہ ہرنا جا رہا ہے وہاں اس مداخلت کے عیند دن بعد ہی فوج میں اعلیٰ سطح پر تبلیغ کی ضرورت پیش آگئی۔ اس سے

پہلے مئی ۱۹۶۰ء میں بھی فوج نے براہ راست مداخلت کی تھی۔ لیکن

موجودہ مداخلت اور پہلی مداخلت کے محرکات اور حالات مختلف تھے۔ اس لئے اس کا رد عمل بھی مختلف ہوا تھا۔ اور اگر ان حالات اور محرکات کا وقت نظر



یاد رکھیے۔

پارلیمنٹ میں ایک قانون پاس کیا گیا جس کے تحت اس کمیشن کو جو اختیار دئے گئے وہ صرف مطلق العنان بادشاہوں کو حاصل تھے۔ اس کمیشن کے تمام اراکین اختیارات کا مقصد صرف یہ تھا کہ مدرسے اپنی مخالفت میں ابھرنے والی ہر آواز کو دبا دیتا۔ بلکہ کچل دینا چاہتا تھا۔ اس کا نئے قانون کے خلاف استنبول یونیورسٹی کے طلباء نے احتجاج کیا۔ اسی زمانے میں جنوی کویا کے آمر اور سامراجی ایجنٹ سگنری کے خلاف بھی طالب علموں کی طوفانی تحریک جاری تھی اور اس کے نتیجے میں سگنری کو اقتدار چھوڑنا پڑا تھا۔ خیر طلباء نے مدرسے کے جمہوریت کش اقدامات کے خلاف احتجاج کیا۔ اور کمال آتارک کے محیسے کے گرد جمع ہو کر آزادی زندہ باد اور آمریت مردہ باد کے نعرے لگائے۔ پولیس اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے لئے فوراً حرکت میں آئی اور یونیورسٹی کے احاطے میں داخل ہو کر طلباء کو مارنا پشیمان شروع کر دیا۔ یونیورسٹی کے پرنسپل کے احتجاج کے جواب میں اسے بد روی سے مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا اور اسے جیب میں ڈال کر لے گئے۔ احتجاج شدت اختیار کر گیا۔ تو کوئی چلا دی گئی۔ اور دو طالب علم ڈھیر ہو گئے۔ اگلے دن پہلے سے بھی بڑا مظاہرہ ہوا۔ پولیس نے کوئی چلائی۔ ۲۰ طالب علم ڈھیر ہو گئے۔ مظاہروں کا یہ سلسلہ استنبول سے نکل کر انقرہ انزیر اور دوسرے شہروں میں پھیل گیا۔

طلباء کے مظاہرے ہوتے رہے کوئیاں چلتی رہی۔ آزادی کے نعرے شہید ہوتے رہے۔ مدرسے نے بڑے بڑے شہروں میں مدلل لادنا شروع کر دیا اور حجاب رانہ کارروائیوں میں اور اضافہ کر دیا۔ وہاں بھی ایوب کا طرز عمل نہ بھولتے (سڑکیں، بازار، کھلی کوچے مدرسے استغنیہ اور آمریت مردہ باد کے نعروں سے گونجتی رہیں لیکن مدرسے کے کال بچوں تک نہ رنکی۔ پارلیمنٹ کے اندر بزرگ سیاستدان اور کمال آتارک کے دست راست عصمت افونڈ نے چیخ کر کہا۔ جنوی کویا کے ڈکیت سگنری کا اختیار رکھو۔ کیا ترکوں میں جنوی کویا کے لوگوں جتنی بھی عزت نفس نہیں۔ لیکن مدرسے پر اثر نہ ہوا۔ وہ ری پبلکن پارٹی پر غداری، اور وطن دشمنی کے الزامات لگا رہا۔ اور طلباء کو غداروں کے آلہ کار قرار دیتا رہا۔ طلباء کی تحریک میں دانشور طبقہ جھوٹا جبر طبقہ اور رکلا اور عوام بھی شامل ہو گئے۔ مگر مدرسے نے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ انہیں وزن و اثر میں تھکر کر دئے ہوئے کہا کہ سڑکوں پر اچھل کود کرنا بولے چند لڑکے تھے استغنیہ دے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

اس پر مدرسے حکومت نے فوج میں تبدیل شدہ سواروں کی جب صورت حال یہاں تک بگڑ گئی تو چیف آف اسٹاف جنرل جمال گرسل نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور ڈیو کرٹیک پارٹی کے اکابرین اور اکثر اراکین پارلیمنٹ کو حراست میں لے لیا۔ اس موقع پر جمال گرسل مرحوم نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر صورت حال درست نہ ہوگی تو ایک ماہ - دو ماہ زیادہ سے زیادہ بین ماہ اور پس اسٹیل یونین کمیٹی کے نام پر ۲۶ افسران پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی اور اس کی طرف سے جناب جمال گرسل نے سول اور فوجی افراد پر مشتمل کامیہ تشکیل دی۔

ایک دلچسپ واقعہ بھی ہوا جس طرح ۱۹ اوتب کے خلاف مظاہروں کے دوران کوئینٹ لیگ نے عوامی مظاہروں کی کوششیں کی تھیں بالکل اسی طرح مدرسے حکومت نے بھی یہ بات کرنے کے لئے کہ اسے عوامی حیات حاصل ہے جو ابی جلوس کا پرگرام بنایا۔ اور پولیس کو جلوس منع کرنے کی ہدایت کی۔ ۵ مئی کو نئے کاؤت طے ہوا۔ طلباء کو بھی خبر نہ تھی۔ اس چوک میں جہاں یہ فیچہ اکٹھا ہوا تھا اور یہاں عدنان مدرسے نے ان سے ملاقات کرنا چاہی۔ طلباء بھی نہایت خاموشی سے وہاں پہنچ کر اوپر اوپر دھڑکتے رہے۔ ساڑھے پانچ بجے کے قریب عدنان مدرسے کا ریلوے وہاں پہنچا۔ کارکنی اور عدنان مدرسے مکرانے ہوئے اعتماد کے ساتھ کار سے باہر نکلے۔ لبس بھر کیا تھا۔ ہزاروں طالب علم چاروں طرف سے اتر پڑے اور حیران و پریشان مدرسے کو گھیر لیا۔ "مدرسے مستغنی ہو جاؤ" آمریت مردہ باد، حریت زندہ باد۔ پریشان حال مدرسے بڑی مشکل سے جان چھڑا کر کار میں بیٹھے اور کار بھٹکا کر لے گئے۔ یہ ان کی زندگی کی تیز رفتار ترین ڈرائیونگ تھی۔

انہیں دنوں ہندو تحریک کے دورے پر گئے۔ جس وقت وہ استنبول

پہنچے تو سرکاری مظاہرین سے بھری ٹری تھیں۔ وہ آزادی زندہ باد اور آمریت مردہ باد کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ استقبال کے لئے آئے ہوئے فوجی اکٹھی کے ۵۰۰ کھیت جب سڑکوں سے گزرتے تو مظاہرین کو دیکھ کر انہوں نے بھی آتارک کا نفرت خیز کھانا شروع کر دیا۔ ہاڑکی جوتی پر دھندھائی ہوئی۔ ساٹھیو! بڑے چلو! بڑے چلو! لوگوں نے ترک فوج زندہ باد کے نعرے لگائے شروع کر دئے۔ جواب میں کھیتوں نے ترک قوم زندہ باد کے نعرے بلند کئے۔ اگلے دن جب وزیر دفاع نے کھیتوں سے باز پرس کی تو انہوں نے جواب میں کہا کہ تم لوگ استغنیہ کون نہیں دیتے۔؟

۱۹۲۵ء کے بعد ترکی کے سیاسی عناصر کی صف بندی کا عمل زیادہ تیز ہو گیا۔ دس بائیں اور بائیں بازو کی کشمکش شدت اختیار کر گئی۔ حکومت کی معاشی پالیسیوں کی وجہ سے عوامی سرمایے اور سامراجی اثر کے خلاف قوم پرست اور بائیں بازو کے عناصر کا احتجاج بہت زور پکڑ گیا۔ کچھ عرصے سے بائیں بازو کے طلباء نے ترکی میں انیم امریکیوں پر مسلح حملے شروع کر رکھے تھے۔ پہلے دن چار امریکیوں کو اغوا کر لیا تھا۔ طلباء اور پولیس کے درمیان مسلح تصادم روز بروز بڑھتا جا رہا ہے جس سے استحکام، خطرے میں پڑتا جا رہا ہے اور مسلح افواج کے سربراہوں نے بھی یہی الزام لگا کر انہیں میم ویاپے کو دیرل حکومت کی کمزوری کی وجہ سے "سیاسی استحکام" خطرے میں پڑ گیا ہے۔

جب کچھ حلقوں میں جب میگوئیاں شروع ہوئی کہ نوج مستقل طور پر برسر اقتدار رہنا چاہتی ہیں تو جمال گرسل نے "قوی پارلیمنٹ کی عمارت میں بے شمار شہریوں، غیر ملکی سفارتی نمائندوں اور مصلحتوں کے زور و شیشل کمیٹی کے تمام اراکین سے حلف اٹھوائے۔ "میں خلفائے محمد کرتا ہوں کہ میں جمہوریت قائم کرے اور تمام اختیارات منتخب قومی اسمبلی کو منتقل کرے نہ ہرگز انفرادیت نہیں کروں گا۔"

جائے جہاں ۱۹۲۵ء کی فوجی مداخلت اور موجودہ فوجی مداخلت میں یہ بنیادی فرق ہے۔ جہاں جنرل گرسل کی فوجی مداخلت عدنان مدرسے کے "سیاسی استحکام" کے نام پر کئے جانے والے حجاب اور آمرانہ اقدامات، پارلیمانی روایات کی بامالی اور پریس کا نگلا گھونٹنے کی کارروائیوں کے خلاف جمہوریت پسند عناصر کے احتجاج کے نتیجے میں کی گئی تھی۔ وہاں موجودہ مداخلت سیاسی استحکام قائم نہ رکھنے کے الزام کے تحت کی گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عوامی حلقوں کی طرف سے اس مداخلت کو خوش آمدید نہیں کہا گیا۔ عوامی حلقوں میں یہ رنگ زور پکڑ رہا ہے کہ موجودہ مداخلت ایک با اثر اقلیت اور مخصوص مفادات کے تحفظ کے لئے کی گئی ہے۔ عوامی مفادات کے تحفظ کے لئے نہیں۔ چنانچہ اس کا قوری نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں سیاسی بحران میں اضافہ ہوا وہاں فوج میں جھوٹ ہو گئی۔ ورنہ اس زمانے میں اعلیٰ سطح پر تھلہری اور تو کوئی ضرورت نہیں آتی۔ دیکھا یہ ہے کہ جمہوریت کا چتر جو ہم ہو گیا ہے وہاں کھینچا ہے۔؟

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ترکی کے صدر خودت شنائی نے ایک ماہر قانون اور سابق وزیر اعظم حجاب سلیمان وکری کی جسٹس پارٹی کی سب سے بڑی مخالفت سیاسی جماعت ری پبلکن پارٹی کے رکن حجاب نہاد ارم کو ممبری حکومت تشکیل کرے گی دعوت دی ہے۔ لیون اگر حجاب نہاد ارم جسٹس پارٹی اور ری پبلکن پارٹی کی فلوٹ حکومت بنانے کی کامیاب ہو جائے تو آپ ترکی کے اٹھارویں وزیر اعظم ہوں گے۔ واضح رہے کہ ترکی قومی اسمبلی کے ۵۰ اراکین میں سے ۳۰ کا تعلق جسٹس اور ری پبلکن پارٹیوں سے ہے۔

ترکی کا موجودہ سیاسی بحران حالی میں چار امریکی فوجوں (جواب رہا ہے کچھ ہی) کے اغوا کے بعد شروع ہوا تھا۔ انہیں اغوا کر کے اگلے طالب علموں کو اغوا کرنے والوں نے چاروں فوجیوں کی زندگی کے عوض چار لاکھ ڈالر مانگے تھے، لیکن تو امریکی حکومت نے اور نہ ہی ترک حکومت نے یہ رقم دینے کا ارادہ ظاہر کیا، بلکہ جواباً چاروں اغوا شدہ فوجیوں

منتظر



کی زندہ سختی سے تلاش شروع کر دی گئی۔ ایک چھاپہ مدلل ایسٹ نیگیٹو فوٹو سنی پر بھی مارا گیا۔ جس کے نتیجے میں فوج اور طالب علموں کے درمیان مسلح جھڑپ ہوئی اور ایک فوجی اور ایک طالب علم کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ عیسٰی طالب علم اور دہشت گرد زخمی ہوئے۔ علاوہ ازیں کوئی ساڑھے تین سو طالب علموں کو گرفتار بھی کیا گیا۔

وقت گزرنا رہا اور انہوں نے جانوروں کے فیصلوں کی بازیابی میں حکومت کی ناکامی دیکھتے ہوئے تینوں مسلح افواج کے سربراہوں نے سول حکومت کے نام ایک پیغام بھیجا کہ :-

[illegible]



# طبعیاتی تجزیہ

۱۹۴۷ء میں برصغیر ہند کے شمال مغربی اور شمال مشرقی کونوں میں ملکیت پاکستان وجود میں آئی۔ برصغیر کا باقی حصہ بھارت کھلایا۔ برصغیر کے برطانوی سامراج الیٹ انڈیا کیسی کمی توانا تہ تجارتی مہم سے لیکر شہر اندر کی ناکام جدوجہد آزادی تک کے عرصہ میں تھامتر پائے گئے۔ کے بعد حاصل کردہ ہندوستان جیسی "سولے کی چڑیا" کو رضا کارانہ طور پر چھوڑنے اور اپنے "جلد حقوق اور شاہی مفادات" سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھا۔ لیکن کشتی کو ڈوبتا دیکھ کر وہ ہندوستان کو چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود وہ اس ٹکڑی میں تھا کہ اپنا جو کچھ بھی اناضیا کے سامراجی ہیر پھیر سے بچا ہی ہے۔

برصغیر کے اندر گرد انقلابی لہر میں طوفانی شکل اختیار کر رہی تھیں۔ ہندو چین پر اس دور کا عظیم ترین انقلاب بے مثال وسعت اور ہر جگہ کے ساتھ ایک چوتھائی انسانیت کی کاپیاں پلٹ رہا تھا۔ عوامی جمہوریت کا سرچہ پرچم چین کے میدانوں اور شہروں کو لالہ زار بنایا تھا۔ جنوب مشرقی ایشیا کی دوسری قومیں بھی سامراجی لٹیروں اور ان کے مقامی خیمہ برداروں کے خلاف مردہ دھڑکی باتوں لگائے ہوئے تھیں۔ برصغیر ہند میں عوامی جدوجہد کے طعنے لگے، مگر انوار احمد دوسرے سرکاری ملازمین کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔ ہندوستان نئی نے برطانوی سامراج کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان کر دیا تھا۔ اس آزادی کے دینے میں جلد بازی کا ایک اور سبب بھی تھا۔ یہ کہ برطانوی سامراج دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکی سامراج کے ماتحت ہو گیا تھا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکی سامراج نے جرمنی، اطالوی اور جاپانی سامراج کی جگہ سنبھال لی تھی۔ چنانچہ امریکی سامراجوں کا منصوبہ یہ رہا کہ وہ دنیا کے دوسرے چھوٹے موٹے سامراجوں کو بھگم کر کے، مظلوم اقوام کی جدوجہد آزادی کو لپٹا لپیٹ اور نیست و نابود کرنے کی کوشش کریں۔ ان کی نظریں ہندوستان کی وسیع مارکیٹ پر بھی تھیں اور وہ انگریز کی جگہ یہاں خود اپنا سیاسی غلبہ قائم کر کے سامراجی لوٹ مار کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے برطانوی سامراج بران کا دباویہ تھا کہ وہ برصغیر میں عوامی جدوجہد کی شدید لہر اٹھنے سے پہلے پہلے اس کو چھوڑ دے ورنہ امریکی سامراج کے ویل ٹرمین جان فائٹر ڈالس کے الفاظ میں!

"اگر مغرب کی طاقتیں نوآبادیاتی نظام کو جن کا توں قائم رکھتے برصغیر کو توشہ و انقلاب کا آنا۔ لازمی ہو جاتا جس کا نتیجہ یقینی طور پر مغرب کی شکست فاش ہوتا ہے۔"

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں سامراجیوں نے اپنا ٹھکانہ نوآبادیاتی چولانار کر نیم نوآبادیاتی چولا پہن لیا۔

پاکستان کی تاریخ کے آغاز ہی سے استعماری طبقوں نے عوامی مسائل کے حل کرنے کے معروض کو اپنی سیاسی مونگٹھا کیوں، اپنے عملائی جوڑ توڑ اور اپنی سازشوں کا نالہ بنا کر رکھا۔ پہلے پہلے تین تین برسوں میں انہوں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ لٹے والے طبقے اور قومیتیں اپنے مسائل کے حل کیلئے استعماری طبقوں کے سیاسی نمائندوں کی طوطا امیر لگائے رکھیں اور محنت کش عوام ان کے سیاسی اقتدار کو ختم کر کے اپنے عوامی سیاسی اقتدار کو قائم کرنے کی جدوجہد سے لائق رہیں۔

۱۳

مگر ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۹ء میں استعماریوں کی یہ تمام کوششیں اور سازشیں دھری کی دھری رو گئیں۔ اور عظیم عوامی اجماع نے اس زور کا دھاوا بولا کہ استعماریوں کا قائم کردہ پورا معاشی، ثقافتی اور سیاسی ڈھانچہ چرچ کر رہ گیا۔ اس تبدیلی اور پاکستان کی موجودہ سیاسی صورتحال کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی وجوہات کا تفصیلی جائزہ لیں۔ پاکستان کی معیشت، سیاست اور ثقافت میں پاکستان کے مخصوص جغرافیائی مسئلے عمل وقوع کا بڑا دخل ہے۔ یہ پاکستان کی منفرد خصوصیت ہے کہ پورا ملک ۲ حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ اور ان دونوں حصوں کے درمیان وہ بھارتی علاقے ہیں جس سے علیحدگی کے بعد جسے پاکستان کا قیام عمل میں آیا تھا۔ مشرقی پاکستان مغربی حصے میں واقع چاروں صوبوں سے مجموعی طور پر آبادی کے لحاظ سے بڑا اور رقبہ کے لحاظ سے چھوٹا ہے۔ پاکستان کی آبادی قومیوں کے لحاظ سے پانچ بڑی قوموں میں بٹی ہوئی ہے۔ مغربی پاکستان میں پنجابی، بھٹیان، بلوچ اور سندھی قوموں کی آبادی ہے۔ مشرقی پاکستان میں بنگلہ قومیت سے وابستہ باشندوں کی اکثریت ہے۔ ان کے علاوہ پاکستان کے تمام صوبوں میں بھارت سے ہجرت کر کے آئے ہوئے ہمارے بھی آباد ہیں۔ سندھ، پنجاب اور بنگال میں ہماروں کی ایک ہی تعداد آباد ہے۔ ہمارے آبادی وقت کے ساتھ ساتھ مقامی آبادی کی ہم قومی ہے مگر ابھی زبان ثقافت اور معیشت کے تقاضات قائم اور باقی ہیں۔ پاکستان کے موضوع بے بنگال اور پنجاب، متحدہ بنگال اور متحدہ پنجاب کے تقسیم شدہ مشرقی اور مغربی حصے ہیں۔

بین الاقوامی سرحدوں کے لحاظ سے بھی پاکستان کا کل وقوع غیر معمولی نوعیت کا حامل ہے۔ مشرقی پاکستان، شمالی مغربی اور مشرقی سمت میں بھارت سے ملا ہوا ہے۔ اس کے جنوب میں خلیج بنگال واقع ہے۔ اور جنوب مشرق میں اس کی تھوڑی سی سرحد برما سے ملتی ہوئی ہے۔ اسی سمت میں لاؤس، کمبوڈیا، تھائی لینڈ اور ویتنام واقع ہیں۔ مغربی پاکستان مشرق میں بھارت، شمال میں عوامی جمہوریہ چین اور جنوب میں بحیرہ عرب، مغرب میں افغانستان و ایران سے منسلک ہے۔ اسی سمت میں مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک واقع ہیں۔ بین الاقوامی سیاسی صورتحال میں پاکستان کی اس جغرافیائی پوزیشن کی بڑے اہمیت ہے۔

آج پوری دنیا واضح طور پر دو ٹکڑیوں میں بٹ چکی ہے۔ ایک کیمپ میں امریکا، روس اور ان کے پیرو، دلال، جنوا، حلیف، طفیلی اور حار۔ دانی دفاعی بینک قائم پورا پورا کیمپ لیڈروں اور ان کے زیر تسلط سے وسائل یا سرمایہ کو ملک اور ان کے اپنے مفادات کے لئے جانے سے روکا جاسکے۔

یہ تصادم صرف سیاسی لحاظ سے قح وفاق بنانے والی ریاستوں کو ہو گا پوری دنیا کو باہم اذکر میں گی ان سے دفاع چلانے کے اخراجات کیلئے رہتے ہیں۔ لہذا سب سے رستم اذکر میں گی تاکہ دفاع اور دیگر خارجہ پھر چھوٹے ہوں، اس کے لئے طریقہ کار اور تقاسم سب کا تعین دستور بنائے گا۔ اس طرح اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ دفاعی حکومت کے اخراجات مسلسل بڑے ہوتے رہیں گے اور یہ مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ ٹیکس لگانے کی پالیسی دفاع بنانے والی ریاستوں کی حکومتوں کے اختیار میں ہوگی۔

۵۔ دستور میں اس کا اہتمام کیا جائے گا کہ دفاع بنانے والی ریاستیں جس قدر زمیندار لکھا میں اس کے علیحدہ علیحدہ حسابات رکھے جائیں، دفاعی حکومت



ملکوں کی مثال کی طرح یہ خدا کی فوج اور ایک دن ضرور یہاں بھی آؤ گے۔ یہی مقصد ہے۔ اور ہر سینٹر کے ذریعے جو رشتے ناٹے، انٹوار کے لئے ہیں۔ ان کے ڈانڈے مشرق وسطیٰ سے ملتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کی موجودہ سیاست اس امر کی تقاضا ہے کہ آج ہمیں دو اہل علمین اور دنیا سے عرب کی سامراج دشمن اتحادی ضرور جوہد کو بالکل ہی کل کر رکھ دیا جائے۔ لیٹر وہی کی یہی سوچ اور یہی کوشش ہے۔ امرائیل اور مصر کی جس انداز اور جس مقصد کے تحت سرپرستی کی جا رہی ہے اس کا منطقی نتیجہ یہی ہے۔ چین کے ادوگر جو حصار قائم کیا جا رہا ہے اس میں مغربی پاکستان کی جغرافیائی کیوزیشن کی بڑی اہمیت ہے۔

آج پوری دنیا واضح طور پر دو کمپوں میں بٹ گئی ہے۔ ایک کمپ میں امریکہ، روس اور ان کے بھٹو، دلال، ہمنوا، حلیف، طفیل اور حاشیہ بردار شریک ہیں۔ یہ پورے کاپوراکیمپ لیٹرول اور ان کے زیر تسلط نوآبادیوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے کمپ میں عوامی جمہوریہ چین اور اپنی خود مختاری کے لئے سر دھڑک بازی لگانے والے تمام نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ممالک اور اصول پرست عوام شامل ہیں۔

اس کی بجائے جی الامکان سجاگ دوڑ بیسے کہ پاکستان اس کے چوکھٹے میں نہ پہنچے۔  
فی الوقت تو وہ پورے پاکستان کے چکر میں ہیں۔ لیکن عالمی واقعات شاید میں کہ اگر لیڈر ہے  
اپنے مقاصد میں مدد فی صد کامیابی حاصل نہیں کر پاتے تو پھر کاٹ جھانٹ کا سلسلہ شروع  
کر دیتے ہیں۔ کبھی شمالی اور جنوبی کی تقسیم کر دیتے ہیں اور کبھی مغربی اور مشرقی کا خط امتیاز  
کھینچ دیتے ہیں۔ اور ایسا ہم غیر معمولی فساد و وسایل کی مدد سے ہر وقت ہی ایسے حالات  
پیدا کرنے کی فہم میں رہتے ہیں کہ متعلقہ ممالک کے اندر فساد و معاملات ہیں پورے ڈھیل  
بن کے ساتھ ٹانگ اڑا دیں۔ خود ہمارے سامنے کئی غیر کی مثال موجود ہیں۔

یہ خیال کرنا کہ مشرقی پاکستان کا سرمایہ دار طبقہ عوام دوست سے کردار ادا کر سکتا تھا غلط اور حقیقت کے منافی ہے۔ کیونکہ یہ سرمایہ دار طبقہ اپنے پیسہ رائٹے ہیں سے سامراجی طاقتوں کا مہونہ بنتا ہو وہ کبھی عوام دوست سے کردار ادا نہیں کر سکتا۔

سابق وزیر اعظم ترکی ۱۹۶۵ء میں سربراہت دار آئے تھے۔ آپ انجینئر ہیں اور آئرن اور اسٹیل کے کارپوریشن کے بانی اور ممبر ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں حساب دیکر کو دوبارہ منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن فردا کی صبح آپ اپنی مقبولیت کھوئے گئے۔

سلمان دیکر کہ کوئی متعلق نہ پایا۔  
 سابق وزیر اعظم ترک ۱۵۶۵ء میں برسرِ اقتدار آئے تھے۔ آپ انجینئر ہیں اور آئرن  
 اور کلاشرپ پر اعلیٰ تسلیم کے لئے امریکہ جاتے ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں حباب  
 دیکر کو دوبارہ منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن فردی احمد آپ انہی قبولیت کھوئے گئے۔



پیدا نہیں ہوتا۔ بال جب اہل کشمیر خود یا مری سے جنگ آزادی کا باقاعدہ آغاز کریں گے تو پاکستان کے استعماری طبقوں سے قطع نظر پاکستان کے محنت کش عوام از خود اس جنگ میں ہر ممکن کمک پہنچانے کا مقدس فریضہ انجام دیں گے۔

بہال میری بات بھی غور طلب ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر جو بیداری اس لئے کیا گیا تھا کہ مستقبل میں پاکستان اور بھارت کے عوام کو یکایک لڑانے اور قومی سطح پر ابھرنے والے پیچیدہ مسئلے سے ان کی توجہ مبذولانے کے کام آتا رہے، آج اس منفی حربے کے علاوہ ایک مثبت عامل کے طور پر بھی سامنے آ گیا ہے۔ اس کا یہ پہلو بھارت کے توسیع پسند سیاست کا چولا پہن لینے کی بدولت پیدا اور نمایاں ہوا ہے۔ ۱۹۷۲ء میں چین اور پاکستان میں پاکستان کی سرحدوں پر بھارت کی اشتعال انگیز فوج کشی کا نتیجہ کی نظر ہے۔ اس لحاظ سے مسئلہ کشمیر چھوٹے بڑے سامراجی اور سوشل سامراجی چوروں کے جھوٹ اور دھوکے پر کھڑکھڑانے کا ایک اچھا ذریعہ بن گیا ہے۔ پچھلے عرصے میں اس وقت کی وجہ سے امریکہ روس اور بھارت کا غیر اصولی موقف اور زیادہ تنگ ہو گیا ہے۔ ان تمام اندرونی اور بیرونی تقاضات کی وجہ سے یہ مسئلہ سامراجیوں، سوشل سامراجیوں اور بھارتی توسیع پسندوں کے پاکستان دشمن اور چین دشمن گٹھ جوڑ کی تکمیل میں رکاوٹ بن گیا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں مندرجہ ذیل صورتحال پر غور کیا جائے تو بات اور زیادہ واضح ہو جائے گی۔

پاکستان میں ہنگامی، پنجابی، پنجاب، سندھی اور بلوچ پنجاب بڑی قومیں آباد ہیں۔ ان میں مشرقی پاکستان میں آباد ہنگامی قوم سب سے زیادہ بڑی اور منظم قوم ہے۔ مگر امریکی سامراج، روسی سوشل سامراج، بھارت اور کوشا ہی سرمایہ داروں اور بڑے جاگیرداروں کے مسلط کردہ موجودہ نیم نوآبادیاتی نظام اور اس کے ظالمانہ استحصالی کسے وجہ سے پاکستان کی دوسری قومیتوں کے محنت کش عوام کی طرح ہنگامی قوم کے محنت کش بھی معاشی، سیاسی اور ثقافتی طور پر جبری لوٹ کھسوٹ کا شکار رہے ہیں۔ نوکر شاہی اور فوج میں اس کی ناسندگی نسبتاً کم ہے۔ پاکستان کے استحصالی طبقوں کو مطالبوی سامراج سے جو نیم نوآبادیاتی انتظامی ڈھانچہ دینے میں ملا تھا اس میں مہاجروں اور پنجاب سے بھرتی شدہ افراد کی اکثریت تھی۔ پاکستانی عوام پر مسلط موجودہ نیم نوآبادیاتی نظام کے خالصتاً اردن کے وفادار خاوند کے ساتھ ساتھ دوسری چھوٹی اور بڑی قومیتوں کے سرمایہ دار، جاگیردار اور نوکر شاہی کے غاصتوں کے طور پر پاکستان بھر کے عوام کے استحصالی مشرک رہے ہیں اور آج بھی ہیں اور اپنی طبقاتی اصلیت میں استحصالی ہونے کی وجہ سے یہ چھوٹی بڑی قومیتوں کے سرمایہ دار اور جاگیردار اپنے حصے میں آنے والی لوٹ کو مزید بڑھانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے موٹے ٹکڑے کرتے رہتے ہیں اور ہنگامی سرمایہ دار کرتے رہتے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں شریک اپنی قومیتوں کے یکدم محنت کش طبقوں کے مجاہدانہ کردار سے خائف رہتے ہیں۔ چنانچہ انہیں دھوکہ دینے کے لئے یہ استحصالی اپنے ان ہنگامیوں کی بنیاد پر خارجہ قوم پرستی، صوبائی تعصب اور ذاتی نفرت پر دیکھتے ہیں کہ کہیں ان ہنگامیوں میں شریک محنت



کشی ان ہنگامیوں کے عوام دشمن کردار کو عوامی جمہوری جدوجہد میں تبدیل کر کے خود ان کے حقوق کے گورن نہ بن جائیں۔

یہ بات بہت واضح ہے کہ ان ہنگامیوں میں محنت کش طبقہ اور عوام کی شرکت سما مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی قوم کے استحصالی طبقے کی علیحدگی کی تحریک کی حمایت کریں اور اپنی قوم کی علیحدگی کا پرچار شروع کریں۔ اس کے لئے ہم چلائیں یا مورچہ لگائیں کیونکہ کسی بڑی دیانت سے کسی چھوٹی یا بڑی قوم کی علیحدگی کا مسئلہ ایسا اصولی ہے جس میں سامراجی اچھل گھری دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ ہر قوم کا استحصالی طبقہ اس کے مسائل حل کرنے سے عاری ہوتا ہے اور اکثر عوامی جدوجہد کی چڑھتی ہوئی لہر سے گھر گھر سامراجی پناہ میں چلا جاتا ہے۔

اس مرحلے پر ضروری ہے کہ موجودہ حالات میں پاکستان کے سیاسی بحران اور اس کے پس منظر سے ابھرنے والی مشرقی پاکستان میں موجودہ ہنگامی بازی اور اس کے کردار کو سمجھنے کے لئے کالعدم عوامی لیگ کی نظریاتی اسس جھ نکاتی پروگرام کا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔

## چھ نکاتی پروگرام یہ تھا !

۱۔ پاکستان حکومت کا طرز وفاق پارلیمانی ہوگا، جس میں وفاقی مجلس قانون ساز اور وفاق بنانے والی ریاستوں کی مجلس قانون ساز کے انتخابات بالترتیب دہائی کی بنیاد پر ہوں گے، وفاقی مجلس قانون ساز میں نمائندگی آبادی کی بنیاد پر ہوگی۔

۲۔ وفاقی حکومت صرف دفاع اور محکمہ خارجہ کی ذمہ داری ہوگی اور (محکمہ عسکری صورت میں کرنسی کی ذمہ داری بھی وفاق کو سونپی جاسکتی ہے۔

۳۔ دونوں صوبوں کے لئے دو علیحدہ علیحدہ کرنسیاں ہوں گی جو آسانی سے ایک دوسری سے تبدیل کی جاسکیں۔ متبادل صورت میں کرنسی ایک ہی ہوگی۔ ایک ایسا وفاقی ریزرو نظام قائم کیا جائے جس میں علاقائی وفاق بینک قائم کئے جائیں جو ایسے اقدامات کریں جن کے سبب سے وسائل یا سرمایہ کو ملک کے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں جانے سے روکا جاسکے۔

۴۔ مالیاتی پالیسی اور ٹیکس لگانے کا حق وفاق بنانے والی ریاستوں کو ہوگا ریاستیں جو ٹیکس وصول کریں گی ان سے وفاق چلانے کے اخراجات کیلئے مرکز کو ایک خاص تناسب سے رستم ادا کریں گی تاکہ دفاع اور محکمہ خارجہ کے اخراجات پورے ہوں، اس کے لئے طریقہ کار اور تناسب کا تعین دستور میں کیا جائے گا۔ اس طرح اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وفاقی حکومت کے اخراجات مسلسل پورے ہوتے رہیں گے اور یہ مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ ٹیکس لگانے کی پالیسی وفاق بنانے والی ریاستوں کی حکومتوں کے اختیار میں ہوگی۔

۵۔ دستور میں اس کا اہتمام کیا جائے گا کہ وفاق بنانے والی ریاستیں جس قدر زیادہ کمائییں اس کے علاوہ علیحدہ حسابات رکھ جائیں، وفاقی حکومت

کالعدم عوامی لیگ کا چھ نکاتی پروگرام یہ آئے  
ایک نام نہاد سماجی استعمال کرنے کیلئے اس نے  
مشرقی پاکستان میں پھیلی ہوئی اس معاشی، سیاسی  
اور ثقافتی بے اطمینانی کی خفا کو منہائی سازگار  
پایا جو بعد میں خیردارانہ سرمایہ دارانہ استحصالی  
نیز محکوم نوکر شاہی کے خلاف مشرقی پاکستان کے  
ظول دغرض میں پھیلی ہوئی تھی۔





ملے زرمبادلہ کی ضروریات ریاستوں کی طرف سے مساوی طور پر یا طے شدہ تناسب سے پوری کی جائیں گی۔ اور اس کے طریقہ کار اور تناسب کا تعین دستور میں کیا جائے گا۔ دفاع بنانے والی ریاستوں کی حکومتوں کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ وفاقی حکومت کی بنائی ہوئی خارجہ پالیسی کی حدود میں رہتے ہوئے دستور میں دیے گئے اختیارات کے مطابق بیرونی ملکوں سے لین دین، امداد اور تجارتی معاہدے کر سکیں۔

۴۔ دفاع بنانے والی ریاستوں کو دستور کی رو سے یہ اختیار دیا جائے گا کہ وہ قومی تحفظ کو مؤثر بنانے کے لیے ملیشیا فوج بنائیں۔

چلے نکاتی پروگرام کا عدم عوامی لبگ کا مدیگنا کا رٹا تھا۔ یہ انتہائی منظم اور منفی سوچ کا نتیجہ دار تھا۔ اس پر عمل درآمد کے بڑے دور میں نتائج نکلتے۔ ملک میں عام انتخابات کے بعد کالعدم عوامی لبگ ایسے چھ نکاتی پروگرام میں قومی اسمبلی کی پالیسی فیصد سے زیادہ اور صوبائی اسمبلی کی تقریباً تمام سطحیں جیت کر مشرقی پاکستان اور مرکز میں حکومت بنانے کی پوزیشن حاصل کر چکی تھی۔ آئین سازی پر بھی اسے اپنی اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی۔ اپنے سارے منصوبوں میں اس نے چھ نکاتی پروگرام کو بنیادی حیثیت دے رکھی تھی۔ جس میں کوئی نکتہ ایسا نہ تھا جو غلط طبقوں کے معاشی، سیاسی اور ثقافتی مفادات کا خاتمہ ہو تا۔ یہ چھ کے چھ نکات یا ہم مربوط و منسلک تھے۔ بیرونی امداد اور بیرونی تجارت کا باخوالہ نکتہ ہر لحاظ سے کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ کیونکہ بیرونی امداد اور بیرونی تجارت کا حق اگر کسی ملک کا دفاع بنانے والی مخلقت دیا سکتا تو دیا جائے تو اسلحا و فوج اپنے طور پر نہ تو مربوط ہو سکتا ہے اور نہ ہی مؤثر ہو سکتا ہے۔ اس قسم کا دفاع انتہائی محروم ہوتا۔ ایسے دفاع کو تو خارجہ پالیسی بنانے کا اختیار ہوتا اور نہ ہی یہ دفاعی پالیسیاں مرتب کر کے کاہل ہوتا۔ اور اس قسم کا دفاع اگر کسی طرح کوئی خارجہ پالیسی اور وفاقی پالیسی بنائی لیتا تو علی طور پر اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا۔ میثیت سیاست کی بنیاد ہو ا کرتی ہے۔ بیرونی امداد اور بیرونی تجارت کے مفادات کے تحت ہی خارجہ پالیسی مرتب کی جاتی ہے۔ جب تمام صوبوں کی حکومتیں اسلحا و فوج کی نگہبان ہوتیں تو لامحالہ یہ سارے احمقانہ طبقے اپنے اپنے صوبوں میں ایسے ہی دو مفادات کا تحفظ کرتے اور بین الاقوامی سطح پر جو بھی بڑی سے بڑی بولی دیتا اس کے سامنے ٹانگ دیتے اگرچہ حکام کی پروگرام کے تحت مرکزی اور صوبائی حکومتیں بن جائیں تو اس پس منظر میں مشرقی پاکستان بھارت سے، بلوچستان اور سرحد افغانستان سے اور یہ صوبے بھارت اور افغانستان کے توسط سے روس اور امریکہ سے اپنا اپنا معاشی اور پھر سیاسی رشتہ جوڑتے۔

سرحدوں کے لحاظ سے تو اس وقت بھی صورت بنتی پھر روس اور امریکہ اپنے اپنے مفادات کیلئے بھارت سے بھاؤ تاؤ کرتے۔ بعد میں امریکی سامراجیوں نے سوئٹل سامراجوں اور بھارتی

امداد والے پانچوں نکتے کی تکمیل و تکمیل کے بعد شیم زون میں سر کے مل آہٹا اور عوام دشمن سامراجی طاقتیں ایک ایک کر کے معاشی، سیاسی، ثقافتی اور فوجی لحاظ سے کمزور ان صوبوں کو ٹھپ کر لیتی یا انھیں دبا کر رکھتیں۔ ان حالات میں مشترکہ دفاعی اور خارجہ پالیسیاں دیوانے کا خواب بن کر رہ جاتیں۔

مشترکہ دفاعی اور خارجہ پالیسیوں کی اس بحث کو بحر وادری مطلق انداز میں نہیں لینا چاہیے۔ بلکہ بحث انسانی اور مشترکہ کردار کی حامل ہونی چاہیے۔ قومی اور بین الاقوامی حالات، جغرافیائی محل وقوع و حدود اور کسی بھی ملک کے عوام کی اپنی تنظیمی اور سیاسی بصیرت کے پس منظر میں مشترکہ دفاعی اور خارجہ پالیسیوں کی اس بحث کا اطلاق مختلف شکلوں اور مختلف موقعوں پر مختلف ہوگا۔

اگر کالعدم عوامی لبگ اپنے چھ نکاتی پروگرام کے عین مطابق پاکستان کی مرکزی اور مشرقی پاکستان کی صوبائی حکومتیں بنا لیتی تو معاہدہ تاشقند پورے طور پر نافذ ہو جاتا۔ برصغیر پاک و ہند پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک امریکی سامراج اور روسی سوئٹل سامراج کی بالادستی قائم ہو جاتی۔ بھارتی توسیع پسندوں کا کھنڈ بھارت کا خواب پورا ہو جاتا۔ اور صرف اس علاقے یعنی برصغیر پاک و ہند ہی میں ایک مضبوط عوام دشمن محاذ قائم نہ ہو جاتا بلکہ ویتنام، کمبوڈیا، لاؤس، تھائی لینڈ، برما، مشرقی پاکستان، بھارت، مغربی پاکستان، افغانستان، ایران، اور مشرق وسطیٰ تک امریکی، روسی فوجی حکمت عملی کے بھرپور نفاذ کے لئے سارا میدان صاف ہو جاتا۔

باقی پانچوں نکتے اسی ایک مرکزی نکتے کی بازگشت تھے۔ اس ایک نکتے کی غیر موجودگی میں باقی پانچوں نکتے اپنے مرکز گریز رجحانات اور منفی اثرات سے محروم ہو جاتے اور حقوڑے بہت انتظامی رد و بدل کے بعد متحدہ پاکستان کے تمام حامیوں کے لئے قابل قبول ہوتے۔ درنہ اپنی مجموعی شکل میں یہ چھ کے چھ نکتے قومی مساوات اور جمہوریت

اگر کالعدم عوامی لبگ اپنے چھ نکاتی پروگرام کے عین مطابق پاکستان کی مرکزی اور مشرقی پاکستان کی صوبائی حکومتیں بنا لیتی تو معاہدہ تاشقند پورے طور پر نافذ ہو جاتا۔ برصغیر پاک و ہند پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک امریکی سامراج اور روسی سوئٹل سامراج کی بالادستی قائم ہو جاتی۔ بھارتی توسیع پسندوں کا کھنڈ بھارت کا خواب پورا ہو جاتا اور صرف اسی علاقے یعنی برصغیر پاک و ہند ہی میں ایک مضبوط عوام دشمن محاذ قائم نہ ہو جاتا بلکہ ویتنام، کمبوڈیا، لاؤس، تھائی لینڈ، برما، مشرقی پاکستان، بھارت، مغربی پاکستان، افغانستان، ایران اور مشرق وسطیٰ تک امریکی، روسی فوجی حکمت عملی کے بھرپور نفاذ کیلئے سارا میدان صاف ہو جاتا۔

کا ہائی دے کر پاکستان کو قطعی طور پر اور بھرپور ختم کرنے کے سوا اور کسی مقصد کے آئینہ دار نہیں تھے۔

چھ نکات کے حق میں ایک دلیل یہ دی جاتی تھی کہ پاکستان موجودہ شکل میں

توسیع پسندوں کا پاکستان دشمن گٹھ جوڑ حرکت میں آتا اور متحدہ پاکستان جو اس بدنام زنا گٹھ جوڑ کے سامنے اطلاعات پسندی اختیار کرنے سے بے پناہ ہے اور معاہدہ تاشقند کے باوجود اپنی موجودہ خود مختاری کا بھرم قائم کے ہوئے ہے۔ بیرونی تجارت اور بیرونی



بیرونی قرضے اور گرانٹ ----- دو ارب ستر کروڑ روپے  
ریونیو ----- ایک ارب ایک سو کروڑ روپے  
قرضوں کی وصولیابی ----- پچاس کروڑ روپے  
مقامی قرضوں سے حاصل شدہ رقم ----- پچاس کروڑ روپے  
کل اخراجات ----- چھ ارب آٹھ کروڑ روپے

### تیسرا اعلان

سرکاری شعبے کا حصہ ----- تیس ارب روپے  
نجی شعبے کا حصہ ----- بائیس ارب روپے  
نکل رقم ----- باون ارب روپے  
سرکاری تنجیدیں بیرونی امداد ----- پینتالیس فیصد  
پورے پلان میں بیرونی امداد ----- بنی ۳۳ فیصد

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ پاکستان کی مجموعی معیشت اس وقت سامراجیوں سے نکل رہی ہے اور پاکستان کی سیاست پر ان کی گہری چھاپ ہے مگر اس وقت پاکستان اور سامراجیوں کے رشتوں میں فرق آگیا ہے۔ اس ضمن میں پاکستان کا جغرافیائی کل موقع اور بھارتی توسیع پسندیوں سے اس کے معاشی، سیاسی اور ثقافتی مفادات کے شدید بحال اپنا مثبت کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہاں نکتہ یہی ہے کہ ان اعداؤں و شمار کے باوجود پاکستان اس وقت سامراجیوں کی عالمی حکمت عملی میں فٹ نہیں ہو رہا ہے۔ سامراجیوں کا مقصد اسے کمزور مصلوبوں میں بانٹ بانٹ کر اس قدر اوجھڑا کر دینا ہے کہ وہ بلا جوں و چرا سامراجیوں کے حکم کے آگے گھٹنے ٹیک دے۔ بیرونی امداد اور تجارت کو مصلوبوں کی تحویل میں دیدینے سے امریکی سامراج و دوسری سوشل سامراج اور بھارتی توسیع پسندیوں کے یہ تمام مقاصد پلک بھپکتے ہی پورے ہو جائیں گے۔

جہاں تک استحصالی طبقوں کا تعلق ہے وہ کالعدم عوامی لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی

کے سلسلے میں بغیر جانبداری نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے محیب کا ساتھ دے کر سی۔ آئی۔ اے کی سازش — چھتائی پروگرام — کی تکمیل میں ایک خلیق کا کردار انجام دیا۔ انہوں نے محیب کی دکاندار کی چمکانے میں خاصہ اہم کردار ادا کیا۔ دوسرے کینو صدارتی کا بیڑہ میں شری علی اے، ایم مالک، قرباش اور محمود یاروں جیسے کھلے سی۔ آئی۔ اے کے ایجنٹ سمیٹے ہوئے تھے۔ ان سب استحقاقیوں کی اس کھلی حمایت اور تائید نے کالعدم عوامی لیگ کی باقی کمان کی انتہا پسندی کو بہت تقویت پہنچی اور اس نے اپنی متواتر حکومت قائم کر لی، احکامات جاری کرنا شروع کر دیے، بینکوں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا، نوکری کی طرہ سے ان اقدامات کی حوصلہ افزائی نے ان کے رویے میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی اور ۲۳ مارچ کو پاکستان کے قومی پرچم کو جلا کر دھبہ بھرا دینے لگے جن پر صرف ہنگامہ دیش کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ جبکہ پاکستان پیپلز پارٹی کے بہترین مقررین کو نظر بند کر کے ادنیٰ لمبی سزائیں دے کر اس کی انتخابی ہم میں رخنہ اندازی کی گئی اور اسے کمزور کرنے کی سازشیں کی گئیں۔ کالعدم عوامی لیگ کے جنرل سکریٹری قمر الزماں نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا:

”سلیخ افواج میں اکثریتی صوبے کو بمشکل تمام دس فیصد اور مرکزی

نوکر شاہی میں محض پندرہ فیصد نمائندگی دی گئی ہے۔“

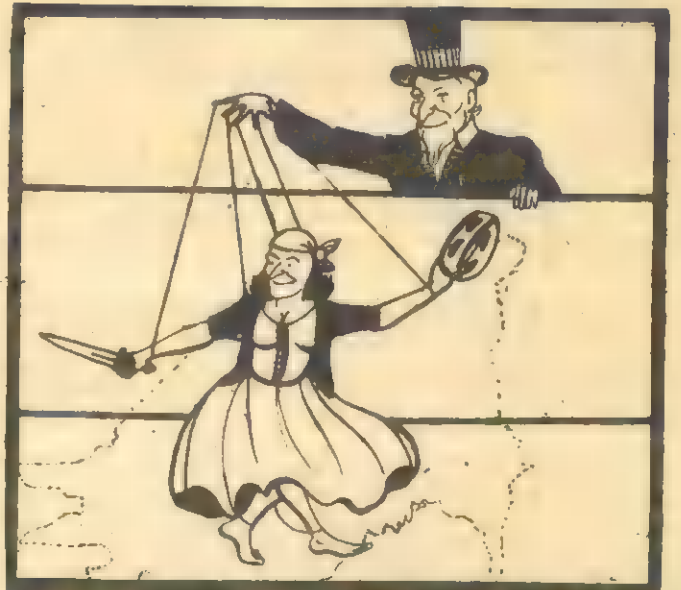
یہ شکوہ صحیح ہے مگر اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ سارا جھگڑا موجودہ ریاستی ڈھانچے میں آبادی کے لحاظ سے اپنا اپنا حصہ لینے کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ موجودہ معاشی ڈھانچے میں مظلوم طبقوں کے مفادات کے مطابق بنیادی تبدیلیاں کرنا، اس کا نام ڈھانچے

بھی نہیں تھا۔ امریکی سامراج اور دوسری سوشل سامراج کے اثر میں ہے اور یہ قوتیں اس کی مرکزی حکومت کے توسط سے اپنے سامراجی اثرات مسلط کئے ہوئے ہیں۔ اگرچہ نکتہ کے نفاذ کے بعد یہ حکومتیں پاکستان کے مختلف صوبوں کے توسط سے اپنے موجودہ یا نئے سامراجی اثرات مسلط کر لیتیں تو کیا فرق پڑ جاتا؟ یہ دلیل انتہائی بوری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ چھ نکات ملک گیر سطح پر عوامی جمہوری جدوجہد کو نہ در کرنے کے لئے قومی منافرت کے راہ ہموار کرتے۔ دوسری بات یہ کہ قومی سطحوں پر طبقاتی کشمکش اور معاہدات کی فضا پیدا کر کے عوامی جمہوری کشمکش اور تقابلی شدت اور گہرائی کو کم کرنے، بستیہری بات یہ کہ کمزور مصلوبوں کی تسکون بیرونی سامراجی طاقتوں کی معاشی، سیاسی، ثقافتی اور فوجی مداخلت کے خلاف مزاحمتی تحریک اور رجحانات کو ختم کر کے رکھ دیتے اور امریکی سامراج

ہر قوم کا استحصال طبقہ اس کے مسائل حل کرنے سے عاری ہوتا ہے اور اکثر عوامی جدوجہد کے چڑھتے ہوئے لہر سے گھبرا کر سامراج پناہ میں چلا جاتا ہے۔

دوسرا سوشل سامراج، اور بھارتی توسیع پسندیوں کو پاکستان کی مقدس سرزمین پر زندگی کی کھلی چھوٹ دے کر موجودہ سامراج دشمنی عوامی جذبات اور احساسات کو سرد اور ختم کر دیتے۔ اس طرح یہ نہایت سراسر عوام دشمن مفادات اور سامراجی عزائم کی تکمیل کر کے مظلوم طبقات اور محنت کش عوام کے مفادات کی نفی کرتے۔

چھ نکات کے حق میں ایک اور دلیل دیا جاتی تھی، اس دلیل کو اگر دیت میں مردے کو چھپ جانے کی خوش فہمی میں مبتلا رہنے کی دلیل کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ یہ دلیل یوں تھی کہ بیرونی امداد اور بیرونی تجارت کا سفید مرکب کے پاس رہے یا مصلوبوں کے پاس دونوں صورتوں میں بات ایک ہی ہے کیونکہ اس وقت پاکستانی معیشت بحیثیت مجموعی سامراجیوں ہی سے نکل رہی ہے۔ متعدد جزوی اعداؤں و شمار اس دلیل کو اور مضبوط کرنے کے لئے دئے جاتے ہیں۔



شرقی پاکستان کے واقعات کو داخلی معاملہ نہیں سمجھا جاسکتا اور یہی سبب ہے کہ



کو کیہ ستر و کمر کے مہندم کو نال کا مقصد نہیں تھا۔ لہذا مشرقی پاکستان کے عوام کو بنگالی قومیت کے لہرے پر اٹسا اور گھرا کر یہ اعتقالات عارضہ اپنے طبعانی مفادات ہی پر سودے بازی کرنے کے علاوہ اور کچھ بھی کرنے والے نہیں تھے۔ بلکہ یہ کمر ہی نہیں سکتے تھے۔ کون نہیں جانتا کہ نوکر شاہی، چھ نجات کو مرتب کرنے اور اس کی بنیاد پر عجیب کی سیاسی حیثیت بنانے میں نمایاں ترین کردار ادا کرتی رہی ہے۔ نوکر شاہی بنیادی طور پر عوام دشمن ہو کرتی ہے اور پھر لوگوں کو کہ شاہی سرمایہ واری کا روپ دھارنے کے لئے اتنی جبین ہو کرتی ہے کہ بیرونی سامراجیوں کے ہاتھوں توخی اور ملکی مفادات کا سودا کرنے سے بھی نہیں ہچکھتی۔



محتاج نہیں ہے۔ پھر مغربی جرمنی، جاپان اور اقوام متحدہ کے ماہرین کا مشرقی پاکستان چھوڑ کر جانا مگر امریکی باشندوں کا وہاں پر بدستور قیام کرنا خود اس لحاظ سے معنی خیز ہے کہ اگر صورتحال بگڑے تو فوجیت سے ان باشندوں کی حفاظت کے بہانے امریکی فوجی مداخلت کا جواز پیدا کر لیا جائے۔ فور وفاق وند پلٹن اور دیگر امدادی پروگراموں کے تحت آئے ہوئے علی کی تعداد میں ایک لخت تین گنا اضافہ ہو جانا موجودہ گمرنا گم سیاسی فضا کے پس منظر میں بخوبی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اسی زمانے میں مغربی بنگال میں امریکی نائب وزیر دفاع ولسٹ مورلینڈ کی موجودگی بھی خالی از علت نہیں تھی۔ نام نہاد معتبر ذرائع سے یہ افواہ گشت کرنا کہ مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہو جانے کی صورت میں امریکہ فوار آٹھ ممالک مشرقی پاکستان کو اصل پاکستان کی حیثیت سے تسلیم کر لیں گے۔ تاہم یہ مشہور کرنا کہ اقوام متحدہ اور دولت مشترکہ میں مشرقی پاکستان کی حیثیت بڑے اسلامی ملک جیسی ہوگی ہوائے اس کے کچھ بہت ہی اٹھا کر مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے سیاسی، معاشی، ثقافتی اور مذہبی ٹھیکیداروں پر عجیب کی شرطیں ماننے اور مجبوتہ کرنے کے لئے دیا وڈا لاجائے۔ آئی۔ ایم۔ ایف۔ بینک کا انتخابات سے پہلے آنا اور روپے کی قیمت میں کمی کرنے کا مشورہ دینا اور مغورہ پر ملندہ آمد نہ ہونے کی شکل میں کوئی فنڈ نہ مہیا کرنا اور امریکہ کا اپنی منظور کردہ امداد مہیا کرنے کی رفتار میں وقتی طور پر کمی کرنا بھی اسی دیا وڈا اور ترغیب کا ایک اہم حصہ تھیں۔ ہارون، اصفہانی اور اس کے ہمدرد جیسے ٹیسے سامراجی پھوسمریاء ہارون کا عجیب کے اشاروں پر ناجا، پی۔ پی۔ آئی اور پی۔ پی۔ ایل کے سامراج فواروں کا عجیب کے گرد چکر لگانا اور مغربی پاکستان کے

عام ڈھیبٹ اور کٹر رجعت پسندوں، بیٹے ہوئے مغرب زدہ مہروں اور غوام کے شکار لائے ہوئے نگر گدوں کا عجیب کبی باں میں ہاں ملانا پرانے ہی سامراجی کمیونسٹ کا ایک مجنونا سین تھا۔





کے بائیکاٹ سے پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ اگر عجیب اور پاکستان کے احمقانی طبقوں کی پیادہ کامیاب ہو جاتی تو ملک میں ایک سنگی عوام دشمن حکومت کا قیام لازمی تھا۔ ساتھ ہی ساتھ سامراجی خانہ کا مشرق سے لیکر مغرب تک موثر انداز میں مکمل ہونا بھی یقینی تھا۔ اسی لیے اس عوام دشمن سازشی کی ناکامی میں جینی وزیر اعظم خباب چو این لائی کا ۲۳ مارچ والا بیان بھی پوری پوری اہمیت کا حامل ہے جین نے یورپ میں البانیہ، افریقہ میں تنزانیہ اور ایشیا میں پاکستان کو اپنی عالمی سیاست میں دوسری اور امداد کے لحاظ سے ایک مخصوص اور امتیازی درجہ دے رکھا ہے۔ جو بلاشبہ تمام احمقانیوں کے عالمی سامراجی اور نوآبادیاتی مفادات پر کاری دار کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

ملکی انتخابات میں کھٹور رجحان پرست سیاست کے بیٹ جانے اور عوامی مسائل کے حل کی نگرانی والی اصلاح پسند سیاست کی زیر دست کامیابی کے بعد جھنجھٹ کی تکمیل کے لئے شروع کئے جانے والے ہنگامے بنظر قوم پرستی کے چوٹے میں پاکستان کے محنت کش عوام کے خلاف امریکی سامراج، روسی سوشل سامراج، بھارتی وسیع پسند پیر اور دارلکر شاہی سرمایہ داروں، بڑے جاگیرداروں اور تمام قومیتوں کے احمقانہ طبقوں کی جھانک سازش بن گئے تھے۔ ان کی مینڈا نفرت پر قائم تھی۔ جرنیلانہ افراد کا عام قتل اس امر کا کھلا ثبوت ہے۔ مشرقی پاکستان میں لے ملے لے ملے نفرت انگیز واقعات

پرستی کے مراسم منعی رجحانات کے سہارے پھیلنے لگے ہر ممکن موقع کو خوب اچھی طرح استعمال کیا۔ ۱۹۷۱ء سے لیکر اب تک عوام اور غلامی کی طویل ترین انجانی ہم کی درمیانی مدت میں ختم ہوا کا عدم عوامی لیگ نے پورے مشرقی پاکستان میں عظیم پسند کا زہر پھیل ڈالا۔ امریکی سامراج نے مشرقی پاکستان کو مغربی جرنیلی کی طرح ایک "مڈل" بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ بدنام زمانہ "لندن پلان" اس مقصد کے لئے تیار کیا گیا۔ اہم معاہدہ تھا۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر تمام سامراجی گماشتے پاکستان کو نئے سرے سے زیر اقتدار لانے کے لئے مکروہ گھڑ جوڑ کر کے انجانی ہم میں کو دے تھے۔ اور مشرقی پاکستان میں سامراجی سازش کے تحت، اس کا عدم عوامی لیگ نے اہم ترین حیثیت حاصل کر لی تھی۔ یہاں یہ ذہن میں رہے کہ مشرقی پاکستان میں بائیں بازو کی طرف جھکاؤ رکھنے والی اصلاح پسند پارٹیوں نے انجانیات کا جو بائیکاٹ کیا تھا اس سے کا عدم عوامی لیگ کو کھلی جھوٹ مل گئی تھی۔ اس قسم کے خفی بائیکاٹ کے لئے حالات سازگار کرتے ہیں عجیب فوڈر بیجم جی اور اصفہانی وغیرہ نے بھی اپنی روشن خیالی کے بے خوف اچھے طرح سے استعمال کئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بائیکاٹ عجیب کے حق میں سو فیصد مثبت نکلا۔ انتخابات کے بعد حالات نے جو کر ڈالی۔ اس میں علیحدگی پسندی کے پرانے رجحان اور منصوبے نے بھی نئی کر ڈالی پہلے یہ سازش تھی کہ "سارا جانا دیکھو تو آدھا لکھو بونڈ" انجانیات کے بعد بے سازش ہوئی کہ "سارا ملے تو کیوں نہیں"۔ "لندن پلانی سازش کی نئی شکل کے تحت مغربی پاکستان کے وہ کام پٹے ہوئے ہر سامراجیوں کے اشارے پر عجیب فوڈر کی کامور مشر یا جانے لگے جو انجانی ہم کے دوران اور اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ سیٹیں حاصل کرنے کے چکر میں عجیب دشمنی اور جھنجھٹ کی فی لغت کیا کرتے تھے۔ وہ ان کا ظاہری اور انجانی رویہ تھا۔ حالانکہ اصلیت میں یہ بھی عجیب کے آقاؤں کے نوکر ہیں۔ خیال کی وجہ ہے کہ مغربی عوامی شہ پر قیوم لیگ کے علاوہ مغربی پاکستان کے تمام عوام دشمن اقلیتی پارلیمانی گروپوں نے مشترکہ طور پر "لندن پلان" کو عملی جامہ پہنانے کیلئے سہاگ دوڑ شروع کر دی تھی۔ مگر مغربی پاکستان میں سب کی توقعات

صدارت کا مینہ میں شیرعلی، اے ایم مالک، قزلباش اور محمود دیاؤن جیسے کھلے سہ آئی اے کے ایجنٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سبہ استحصالیوں کی اس کھلی حمایت اور تائید نے کا عدم عوامی لیگ کے ہائی کمان کی انتہا پسندی کو بہتہ تقویت پہنچائی اور اس نے اپنی متوازی حکومت قائم کر لی

کے بعد بھی اگرچہ نکات کے حامی تمام پسندوں، موقع پرستوں اور کٹر رجحان پرستوں کی یہ دلیل تسلیم کر لی جائے کہ جھنجھٹ کی تحریک صرف ہنگامی سرمایہ داروں کی بھلائی میں ہنگامی عوام کی آزادی کی تحریک تھی، تو پھر اس غلط دلیل کا اعتراف بھی کرنا پڑے گا کہ عوامی طبقاتی نفرت اور عوامی جمہوری کشش کو تیز کرنے اور جدوجہد کی بنیاد بنانے کا بلائے قوی، نسلی اور لسانی ذوق وارانہ نفرت اور عصبیت کو بنیادی حیثیت دینا زیادہ

اچھا اور سودمند ہوتا ہے۔ یہ نکتہ نظر جتنا غلط اور عوام دشمن ہے اتنا ہی اس موقف کا تحریک بھی ہے کہ قومی سطح پر طبقاتی اور عوامی جدوجہد کے بجائے طبقاتی گٹھ جوڑ کو بوجھ دینا چاہیے۔ ان سب کو روک دینے کے صحیح موقف دراصل یہ ہے کہ ساری لڑائی اقتصادی نشانی ہے۔ دونوں حصوں کے عوام ایک ہی طرح کی صورتحال سے دوچار ہیں۔ اگر منہ اور قبیلے تو ان امریکی سامراجیوں، روسی سوشل سامراجیوں، پیر اور دارلکر شاہی سرمایہ داروں اور بڑے جاگیرداروں کو دینی چاہیے جو ان حالات کو پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ دونوں حصوں کے عوام میں سے کسی کو بھی یہ سزا کیوں ملے۔ دوسری بات یہ کہ اگر مختلف صوبوں اور قومیتوں کے مظلوم۔ ظالم طبقوں کے خلاف انجانی طور پر عوامی جمہوری جدوجہد کے بجائے الگ الگ اس انداز میں سوچنے لگیں

کے خلاف پاکستان پیپلز پارٹی کی کامیابی سامراجیوں کے کباب میں بڑی ہی گئی کیونکہ جھنجھٹ صاحب نے سامراجیوں کی یہ چال پہلے ہی سمجھ لی تھی کہ اسمبلی کا اجلاس ملکر عجیب کی پارٹی پوزیشن کی بنیاد پر جھنجھٹ کی پارٹی کے مطابق ایک ایسے دستور پر منظور کیے انگوٹھے حاصل کر لئے جائیں جو نہ صرف مشرقی پاکستان بلکہ پورے پاکستان کو عالمی احمقانی قوتوں کی جھولی میں ڈال دے اور جنوبی ویتنام سے لے کر مشرق وسطیٰ تک پھیلی ہوئی اس عوام دشمن سامراجی ذخیرہ کو مکمل کر دے جو صرف پاکستان کی عدم شرکت کی وجہ سے ناقص ہے۔ چنانچہ جھنجھٹ صاحب نے اس اسمبلی کا بائیکاٹ کر کے حب الوطنی کا وہ مظاہرہ کیا جو امریکی سامراج، روسی سوشل سامراج اور توسیع پسند بھارت کی فی لغت اور چین جھنجھٹ سے عبادت ہے۔

عجیب نے جھنجھٹ پر سختی سے ڈٹے رہنے کا ڈر لے اپنی پوزیشن کو مزید بہتر بنانے کے لئے کھیلنا تھا کہ اس طرح سرمایہ دارانہ قوم پرستی کا بخارجیتنا تیر ہو گا وہ اتنی ہی مقبولیت حاصل کرتا جائے گا اور مرکزی حیثیت حاصل کر کے موقع سودے بازی میں حق الامکان بالادستی رکھے گا۔ پاکستان بھر کے احمقانی طبقے اپنی لوٹ کھسوٹ کو جاری رکھنے کے چکر میں اس کے برابر کے شریک تھے۔ اور اسے سہ دے دے کر اپنی حمایت کا یقین اور جھنجھٹ پر کٹن رویہ اختیار کر گئے کہ رجحان کو تقویت پہنچا رہے تھے۔ لیکن جھنجھٹ صاحب





سرمایہ دار

۱۹۶۵ء کی قومی جنگ سے پھر ان کی غداری، معاہدہ تاشقند اور بے دریغ جاگیردارانہ سرمایہ دارانہ استحصال نے کمزور نوکر شاہی کے خلاف مغربی پاکستان کے عوام کے شدید رویہ عمل کا سراغ ملتا ہے۔ اور یہی رویہ دراصل پاکستان پیپلز پارٹی اور بھٹو صاحب کی مقبولیت کی ایک وجہ ہے۔ انتخابات کے نتائج کے پیش نظر اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے صحیح حکمت عملی اپنا کر اتنی کم مدت میں دوری پارٹیوں کو اپنے راستے سے ہٹا دیا۔ اس نے بھارتی توسیع پسند کا کی مذمت کی، انداز کی کثیر کی سرگرم حمایت کی، معاہدہ تاشقند کی مخالفت کی، امریکی سامراج اور روسی سوشل سامراج کی کھلی مذمت کی اور امریکی روس اور بھارت کے بدنام زمانہ گٹھ جوڑ کی غداری میں پاکستان کو گھسیٹ لینے کی سازشوں کی بھرپور مخالفت کی۔ یہ سبب حوامل پاکستانی عوام کی تاریخ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ سارے نکتے پاکستان پیپلز پارٹی کی خارجہ حکمت عملی کے بنیادی نکات ہیں۔ داخلی پالیسیوں میں معاشی پروگرام اور واپس بازو کی ڈھیسٹ رجعت پسند اور کٹر عوام دشمن سیاسی پالیسیوں پر جو ائمہ اندھلے اور تنقید بھی نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ انتخابات میں غریب نازی اور جذباتی لحاظ سے مغربی پاکستان میں جاگیردارانہ روایات کی جڑیں اکھڑ رہ گئیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عوامی مکتہ نظر سے آج ہمیشہ مقبول ترین نعروں اور پالیسیوں کو پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنایا ہے۔ پیپلز پارٹی اور کالعدم عوامی لیگ کی داخلی اور خارجہ پالیسیوں، تنظیمی حکمت عملیوں، مافی کی سرگرمیوں اور مستقبل کے عزائم کا تنقیدی جائزہ لینے پر بے جود واضح فرق نظر آتا ہے وہ بڑا اہم دینیادی فرق ہے۔ اس فرق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور یہی دونوں کو ایک لکڑی سے ہانکنے کی غلطی کا ارتکاب کرنا چاہئے۔

کہ ”ہم سب ایک ہیں“ تو اس ”ایکے“ کے بروئے میں جاگیردار بھی چھپ جائیں گے، سرمایہ دار بھی چھپ جائیں گے اور نوکر شاہی کے اہلکار بھی چھپ جائیں گے۔ اور یہ عمل اور سوچ یقینی طور پر عوامی جمہوری جدوجہد سے غداری ہے۔ یہ عوامی جمہوری جدوجہد کو قومی نعروں اور جھڑپوں میں بدلنے کی مکر وہ سازش ہے اس سازش کی تکمیل کے لئے قومی زبان، قومی تہذیب اور قومی معیشت کی حفاظت اور ترقی کے ہلادے بھی دئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ زبان، تہذیب اور معیشت کی حفاظت اور ترقی اس وقت تک قطعی ناممکن ہے جب تک قومی اور ملکی دونوں سطحوں پر موجودہ ظالمانہ اور استعمالی معاشی، سیاسی اور ثقافتی نظام نہ بدل دیا جائے اور یہ تبدیلی بھی جزوی یا اصلاحی نہیں بلکہ مکمل اور انقلابی انداز میں ہونی چاہیئے۔ اس نظام کو بدلنے لیٹر جو لوگ قومی زبان، قومی تہذیب اور قومی معیشت کی حفاظت کی باتیں بناتے ہیں وہ عوام کو فریب دیتے ہیں۔ یہ ظالم طبقوں کے چھٹو ہیں۔ اور ظالم طبقوں کے چھٹو نہنگا لی ہیں، نہ بچی ہیں، نہ سندھی ہیں، نہ بھٹائی ہیں، نہ بلوچ ہیں۔ اور نہ مہاجر ہیں۔ زبان تہذیب اور معیشت کے خالق عوام اور صرت عوام ہی مولا کرتے ہیں۔ وہی ان کی حفاظت کریں گے۔ وہی انہیں ترقی دیں گے اور اپنے مسائل کے حل کیلئے ہر طور پر عوامی جمہوری جدوجہد کے استحصال سے پاک نظام قائم کریں گے۔ اس جتوئے کے علاوہ کوئی اور تجزیہ کرنے والے قومیت کی مظلوم جمیوں کی بھل میں چھپے ہوئے استعمالی طبقوں کے ظالم بھٹوئے ہیں۔“

موجودہ بحران میں ترمیم پسندوں اور آزاد بنگال کا متغیر لگاتے والوں کا کردار قطعی طور پر موقوفہ پرستانہ تھا۔ یہ سب کے سب مجیب کی دم میں بندھ کر رہ گئے تھے۔ ولی خان اور بھاشانی نے مجیب کی حالیہ تمام سرگرمیوں کی نہ صرف مکمل تائید کی تھی بلکہ وکالت اور ترجمانی کے فرائض بھی انجام دئے تھے اور کہیں پر بھی کسی قسم کا تنقیدی رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔ نام نہاد بائیں بازو کے لوگوں کی طرح ڈھیسٹ اور کٹر رجعت پسند واپس بازو والے بھی اس وقت مجیب فواری اور چھ نکات کی طرف داری میں ایک دوسرے سے الگ بڑھنے کے لئے آپس میں لڑ رہے تھے۔ حالانکہ انتخابات سے پہلے اور انتخابات کے دوران یہ سارے کے سارے مجیب کو پانی پی کر کوس رہے تھے اور بار بار مجیب کی مار کھا رہے تھے۔ لیکن اب سارے اختلافات ختم کر دیئے گئے تھے اور مجیب بھی اب ان کے سر پر دست شفقت پھیر رہا تھا۔ مغربی پاکستان کے تمام پتے پتے ہرے مجیب کا لقا دن حاصل کر کے یا گرنے کے لئے مجیب کے اثر وں پر دم بلا رہے تھے۔ خیابانہ امر کی سامراج و روسی سوشل سامراج اور بھارتی توسیع پسندوں کے بدنام زمانہ گٹھ جوڑ کے سارے حامی جو پہلے ایک دوسرے سے لڑ چکے رہے تھے وہ یہ سارے گندے انڈے جو پہلے الگ الگ ٹوکروں میں رکھے ہوئے تھے سب ایک ہی جگہ جمع ہو گئے تھے اور انہوں نے عالمی عوام دشمنوں سے گٹھ جوڑ کر لیا تھا۔ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ یہ سب عوام دشمن ہیں۔ یہ سب بھارت فواری ہیں۔ یہ سب امریکی سامراج کے دلال ہیں۔ یہ سب روسی سوشل سامراج کے چھٹو ہیں۔ یہ سب کثیر کے مسئلے کو ختم کر دینے کے ور پے ہیں۔ عوامی جمہوری نقطہ نظر سے یہ سب ظالموں کے مینوا اور مظلوموں کے دشمن ہیں۔

مغربی پاکستان، اسحقال کرنے والے کمپرو اور نوکر شاہی سرمایہ دار اور بڑے جاگیردار طبقوں کا گڑھ ہے۔ ہمیں ہر جمعی علاقوں میں سرمایہ کاری کا عمل سب سے زیادہ فروغ دینا ہے۔ ہمیں ہر سرمایہ کاری ڈھانچے اور نوکر شاہی کے زیادہ تر خرچے ہوتے ہیں۔ پاکستان کے کمپرو اور نوکر شاہی سرمایہ داروں، بڑے جاگیرداروں اور ان کے اسحقالی نظام نے جس طرح مشرقی پاکستان کے عوام کو لوٹ لوٹ کر بد حال کر رکھا ہے اسی طرح مغربی پاکستان کے عوام کو بھی انہوں نے لوٹ لوٹ کر اوجھڑا کر دیا ہے۔



یہ بات بالکل واضح ہے کہ سامراج نے اپنے وہ تمام انڈے جو مختلف ڈوکو میں رکھے ہوئے تھے ایک ہی ٹوکرے میں بٹ کر دیے تھے۔ پاکستان کے گھبر اور نوکر شاہی سرمایہ دار جملہ راست اور کھلم کھلا کالعدم عوامی لیگ کی سرپرستی کر رہے تھے۔ امریکہ روس اور بھارت کا گروہ عظیم عوامی لیگ کے خلاف دے رہا تھا۔ اور سارے رجعت پسند عجیب کے سامنے ناک زد رہے تھے۔ آخر کیوں؟ کیا یہ سب خالی از علت تھا؟ سب جانتے ہیں کہ عجیب امریکہ نواز سہروردی کا جانشین تھا۔ اور اس کی کالعدم پارٹی پورے پاکستان میں داییں بازو کی امریکہ نواز پارٹی کہلاتی ہے اور عجیب نے بھی اس سے کبھی انکار نہیں کیا، اس سہروردی کا جس نے ہنزہ کوتر پر سامراجی حملے کے دوران انتہائی بے شرمی سے برطانیہ، فرانس اور امریکہ کے ملے جلے کی تائید کی تھی۔ کالعدم عوامی لیگ خارجہ پالیسی کے مسئلے پر ہی تو داییں اور بائیں بازو میں تقسیم ہوئی تھی۔ عجیب خود عوام دشمن ہے اور مشرقی پاکستان میں عوامی سرگرمیوں کے خلاف بغیر نفیس علی حصہ لے چکا ہے۔ آگے بڑھے ہوئے عوامی کارکنوں کو گولی مارنے اور گرفتار کرانے کی عوام دشمن پالیسیوں سے اتفاق کر چکا ہے اور اپنی اس روش پر برابر بڑھتا ہی رہا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھی سے کہیں بھی ناطہ نہیں توڑا۔ سرمایہ دارانہ قوم پرستی اور برسوں کے جی جانی پارٹی تنظیم کے علاوہ بائیں بازو کی تنظیمی غلطیوں کو جس سے بھی عجیب کو تنہا ابھرنے کا موقع ملتا رہا۔ عظیم عوامی ابھار کے زمانے میں بائیں بازو کی سیاست نے ہر محاذ پر عجیب نوازی اور ترمیم پسندی کا رویہ اختیار کیا۔ خود اپنے آپ کو مضبوط بنانے اور اپنی لائن چلانے کے تمام بہترین مواقع گنوا دیے اور جب انتخابات کی بحث چلی تو کچھ اس طرح بائیں بائیں کی اتحادی میدان عجیب کے ہاتھوں میں آگیا اور الیکشن کی کجما کجی پر بائیں بازو کی سیاست کا اثر نہیں رہا۔ نہ ہی کوئی ایسا لیڈ فارم رہا جہاں سے عجیب کی پول کھولی جاسکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر جگہ عجیب کا طوطی بولنے لگا۔ انتخابات میں کالعدم عوامی لیگ کی پوزیشن اسی تجزیہ کی آئینہ دار ہے۔ چھ نکات کے غلطے سے لیکر اب تک تمام سرگرمیوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ عجیب اندرون ملک ڈھیسٹ قسم کی رجعت پسندی کا فسطائی مرکز تھا اور عالمی سطح پر اس کے رشتے ناطے امریکی سامراج، بھارتی توسیع پسندوں اور روسی سوشل سامراجیوں سے استوار تھے۔ آجکل سارے عوام دشمن رسالے، اخبارات، ریڈیو، جرنل و ٹران افراد اور تنظیمیں قومی اور بین الاقوامی سطح پر داویلا چارہ ہیں۔ دشمن کا یہ داویلا ہی عجیب کے کردار کی پوری پوری وضاحت کر دیتا ہے۔

ان حالات میں مشرقی پاکستان کے اندر عوام اور ان کی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ قوتوں کو جمع کر کے عجیب نوازی کی عام موقع پرستانہ لہروں کو کاٹتے ہوئے قومی منافرت کی جگہ طبقاتی کشمکش اور عوامی جدوجہد کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ کر کے اپنے آپ کو مضبوط بنائیں۔ ایک پاکستان کے موقف کو اپناتے ہوئے مغربی اور مشرقی اڑنا کے مظلوموں کے درمیان طبقاتی یگانگت کی مضامین پیدا کریں۔ اندر امریکی سامراجیوں روسی سوشل سامراجیوں، بھارتی توسیع پسندوں اور پاکستان کے گھبر اور نوکر شاہی سرمایہ داروں، بڑے جاگیرداروں، نوکر شاہی کے کارندوں کی مزدور دشمنی، کسان دشمنی، عوام دشمنی اور جمہوریت دشمنی اور مقامی اور بیرونی سازشوں کے خلاف یکجا دبانے کی ضرورت ہے۔ کالعدم عوامی لیگ تنظیمی طور پر جڑ گئی ہے۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر کالعدم عوامی لیگ کی موجودہ صورت حال سے پیدا ہونے والے خلاف کو اپنے خطوط پر بر کرنا، یقیناً محب وطن عوام اور ان کی تنظیموں کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی بھی کالعدم عوامی لیگ جیسے کردار کی حامل پارٹس سمجھنا سوت غلطی ہوگی۔ پاکستان پیپلز پارٹی اپنے آخری تجزیہ میں کالعدم عوامی لیگ سے منکرانے کا فرض انجام دے رہی تھی۔ دونوں کے اندر کیا نسبت تلاش کرنے والے یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ اگر ان کا تجزیہ صحیح ہے تو یہ دونوں نے سمجھ کر کسے، سامراج اور اس کے حوالیوں کی دلائی کرتے ہوئے عوامی

جدوجہد کو قطعی طور پر ختم کرنے کا قابل نفرت فریضہ انجام دینے کا موجودہ ستمبری موقع کیوں گنوا دیا؟ ظاہر ہے کہ دونوں کے کردار میں بنیادی فرق تھا اسی لئے یہ سمجھنا ناممکن تھا اور نہیں ہوا۔

کالعدم عوامی لیگ کے سامراج نوازا اور بھارت نوازا کردار کے مقابلے میں پاکستان پیپلز پارٹی کا چین نوازا اور یقیناً مثبت پہلو کا حامل ہے عجیب۔ ہارون، ولینکا، واؤد اور آدم کے ذریعے سامراج کے نوکر کا نوکر تھا۔ اور پاکستان پیپلز پارٹی میں شہروں کے چھوٹے صنعتکار جو خود گھبر اور نوکر شاہی سرمایہ داروں کے شدید مخالفت میں اور وہاں کے چھوٹے زمیندار شامل ہیں اور اس پارٹی میں مزدور کسان اور طالب علم بھی بڑی بھاری تعداد میں شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پراپیگنڈا کونشن لیگ کے کافی ٹوٹر عناصر اور مغربی پاکستان کے بہت سے ڈھیسٹ وڈیروں اور وجود دھریوں نے پاکستان پیپلز پارٹی میں اپنی مشمولیت سے موقع پرستی کے منتہی رجحان کو تقویت پہنچائی ہے۔

اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی اور عوام دوستوں کا فرض ہے کہ موجودہ سیاست میں اپنا مثبت کردار ادا کرتے ہوئے، مثالی عوام دوستی اور طبقاتی بغیرا و شعور کا مظاہرہ کریں اور طبقاتی گٹھ جوڑ کی دھند کو کاٹتے ہوئے عوامی جدوجہد اور طبقاتی کشمکش کی رو کو تیز کر کے ہوئے اپنی عوامی جہوی صفت بندی کا فریضہ انجام دیں۔

عوام دوست سیاست اور عوام دشمن سیاست کے فرق کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ اگر عوامی جہوی نقطہ نظر سے صحیح خطوط پر تنظیمی اور نظریاتی کام نہ کیا گیا تو داییں بازو کے دم چھلنے بن کے شکار بن جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اندر امریکی کام کرنے بغیر نظریہ پرستی اور کچھ ملائیت کا ثبوت دیا گیا تو عوام سے کٹ کر بائیں بازو کی انتہا پسندی کے رجحان کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ کنوین کا مینڈرک بن کر یہاں کی جوتی پر بیٹھ کر عوام دوستی کا فرض پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اور عوام دوستی کا فریضہ پورا کرنے بغیر مکمل معاشی، سیاسی اور ثقافتی تبدیلی کے خوابوں میں حقیقت کا رنگ نہیں بچھا جاسکتا۔

اسی کے ساتھ ساتھ اگر موجودہ صورتحال کا اور زیادہ اچھی طرح سے تجزیہ کرنے کیلئے حب الوطنی، جمہوریت نوازی اور فلاحی معیشت کے عوامی مفہوم کو سمجھ لیا جائے تو مناسب ہوگا۔

جہاں تک جمہوریت اور اس کے حصول کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے کہ جمہوریت کیلئے عوام دوست ہونا لازمی شرط ہے۔ اس میں عوام دوستوں کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اگر جمہوریت عوام دوستوں کی دشمن ہو تو وہ کسی طرح بھی عوام دوستی کا دعویٰ نہیں کر سکتی اس لئے جمہوریت کے نام پر شور شیں پر پا کرنے اور اس کی دہائی دینے والی سیاسی پارٹیاں اور افراد کو اس شرط پر پورے نہ آتیں تو انھیں عوام دوست یا جمہوریت کا علمبردار سمجھنا خود عوام دوستی نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اگر معیشت مزدوروں، کسٹوں اور دانشوروں کی سپردی کی ضامن نہ ہو اور ان طبقوں کے معاشی حقوق کے تحفظ کیلئے فلاحی مملکت اور عوامی جمہوری ریاست کے قیام کے بارے میں مخلص نہ ہو تو یہ بھی عوام دشمن کردار ادا کرے گی اور جب الوطنی امریکی سامراج، روسی سوشل سامراج اور بھارتی توسیع پسندوں کی دشمنی اختیار نہ کرے تو یہ بھی حب الوطنی کے ساتھ منافقت ہوگی۔

اس ضمن میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ پاکستان جیسے نیم نوآبادیاتی ملکوں کی تاریخ میں موجودہ دور بنیادی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی تبدیلیوں کا



مکمل نکل سکے۔

موجودہ بحران اور موجودہ کشمکش میں اتنی بہت سی ملکی اور غیر ملکی باتیں باہم متصادم ہیں کہ عوامی جمہوری قوتوں کیلئے ان کی وجہ سے پیدا شدہ اس گھجک اور گمبھیر صورتحال سے فوری طور پر نینٹا نہایت مشکل ہوگا۔ ملک میں عوامی جمہوری قوتوں کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اپنی عوامی طبقہ کی صف بندی کریں اس سلسلے میں دیہاتوں میں عوامی جمہوری سیاست کا پرچار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ حالیہ انتخابات کے زمانے میں اور اس سے پہلے کے سیاسی عمل کی وجہ سے دیہاتوں کے اندر اس قسم کے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ دیہاتوں میں عوامی جمہوری سیاست کا پرچار کیا جاسکے اس وقت دیہاتوں کی طرف توجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ عوامی کارکنوں اور جموں کے چھوٹے چھوٹے دستے علاقائی پیمانے پر دیہات کے اندر کارکنوں کی زندگی سے واقفیت حاصل کرنے، پیداواری رشتوں اور سیاسی حقوق کے بارے میں تحقیق و تحقیق کرنے اور انھیں منظم کرنے کیلئے ستار اور مسلسل جا میں تاکہ ملک کی اسی فیصد آبادی۔ کارکنوں کو جو ملک کی سیاست میں فیصلہ کن قوت ہیں عوامی جمہوریت کے پرچم تلے جمع کر کے عوامی جمہوری متحدہ محاذ کی بنیاد ڈالی جاسکے۔

\*\*\*\*\*

دور رہے۔ سامراج کی تمام معاشی، سیاسی اور ثقافتی شکلوں کو مٹانے اور ان کی جگہ قومی جمہوری عوامی معیشت، سیاست اور ثقافت کو نافذ کرنے کا دور رہے۔ لیکن ان تبدیلیوں کے لئے عوام دوستوں کے علاوہ کسی اور کی قیادت اور رہنمائی پر غور و سہ نہیں کیا جاسکتا۔ برصغیر پاک و ہند کی پچھلے پچاس برس کی سیاست اس دعویٰ کا ثبوت ہے۔ لے قومی جمہوری عوامی ریاستی نظام کے علاوہ کوئی اور نام دینا غلط ہوگا کیونکہ ہم نوآبادیاتی انفریادیاتی ملکوں کے اندر سامراج نے قومی جمہوری عوامی جدوجہد کو ناکام بنانے کی غرض سے اصلاح پسندی کو بڑے پیمانے پر رواج دیا ہے اور اس عوام دشمن ننگھائے بازی میں جو نئے نئے شکلوں میں سامنے آتی ہے، سامراج اور ان ملکوں کے رجعت پسند طبقے۔ پسندوں کو عوام کو گمراہ کرنے کے لئے پوری طرح استعمال کرتے ہیں۔ ان کا بنیادی کردار یہ ہے کہ عوامی جمہوری سیاست کے مقابلے پر جو۔ سامراج اور سامراج کے حلیف کمپرادر نوکر شاہی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مکمل خلاف قوت ہے۔ ہمارے ایک ایسی سیاست کو رواج دیا جائے جس میں سامراج کے ساتھ جھوٹے بازی اور سامراج کے حلیف طبقوں کے ساتھ مفاد بہت اور اطاعت پسندی کی پالیسی کو عوامی فلاح و بہبود کے نام پر پیش کیا جائے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ملکوں میں قومی جمہوری عوامی ضروریات کے مطابق مکمل تبدیلیاں موجودہ دور میں صرف محنت کش طبقے کی قیادت میں کامیابی سے لائی جاسکتی ہیں۔ ان کی مکمل عوامی صرف غربت کا محنت کش طبقے اور دانشور کر سکتے ہیں۔ ان کی مکمل موجودہ نیم نوآبادیاتی اور نیم جاگیردار نظام کی طاقت سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنے سے نہیں ہو سکتی کیونکہ آج خود مختار سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنا ممکن ہی نہیں رہا ہے اس لئے کہ آجکل تمام بڑے بڑے سرمایہ دار ملک بھی خود امریکی سامراج اور روسی کوشل سامراج کے چھوٹے نمبر کراہ رہے ہیں۔

محنت کش عوام کی سیاست کا اصل مقصد ایک ایسی عوامی جمہوریت کا قیام ہے جو جاگیرداروں کو بڑے سے اٹھا ڈالے اور کمپرادر نوکر شاہی سرمایہ کو مکمل طور پر قومی ملکیت میں لے کر سرمایہ داری کو موجودہ بے لگام، وحشیانہ اور ظالمانہ شکل میں قائم نہ رہنے دے۔ اس کے مستند یہ ہونا چاہئے کہ سوشلزم کے لئے راہ ہموار کرے۔

موجودہ حالات میں عوام دوستوں کی پوزیشن نسبتاً بہتر مضبوط اور مؤثر ہوئی ہے۔ موجودہ بحران اور تضاد۔ عوامی طور پر جنم نہیں دے سکتے یہ وقتاً فوقتاً اپنی شکل بدلتے رہیں گے۔ یہ بحران پارلیمانی سیاست اور سامراجی روش دونوں کا پیمانہ اکوڑہ ہے اور اس بحران کی وجہ سے پارلیمانی سیاست ناکام ہو چکی ہے جب تک وجود سیاست میں عوامی جمہوری سیاست بالادستی حاصل نہیں کر سکی یہ مسئلہ شکل بدل کر اپنی بنیادی حیثیت میں جو ان کے توں رہیں گے اور ان کی وجہ سے جو بحران پیدا ہوں گے ان میں سے کسی آئی نے کو بھی اپنی ٹانگ اڑانے کا موقع ملنا ہے۔ ان سب کی سرکوبی کے لئے عوامی جمہوری متحدہ محاذ کی ضرورت ہے۔ محنت کش اور دوسرے مظلوم عوام ملک کے دونوں حصوں میں سیاسی طور پر فعال اور مرگرم ہیں۔ لیکن سیاسی مقاصد کے تحت۔ سیاسی حکمت عملی کی یہ طریقہ کار کے انتخاب حالات کے عوامی جمہوری نقطہ نظر سے تجزیے اور نظریاتی قیادت کے لحاظ سے عوامی جمہوری قوتیں ابھی زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ دونوں حصوں میں ان کا اپنا اپنا حلقہ اثر ضرور ہے مگر ابھی اس حد تک یہاں نہیں اپنا اثر مضبوط نہیں کر سکا ہے کہ عوامی رجعت پسندوں کی سازشی سیاست کے چپکروں سے

## امریکہ کو

# پولیس اسٹیٹ بنایا جا رہا ہے

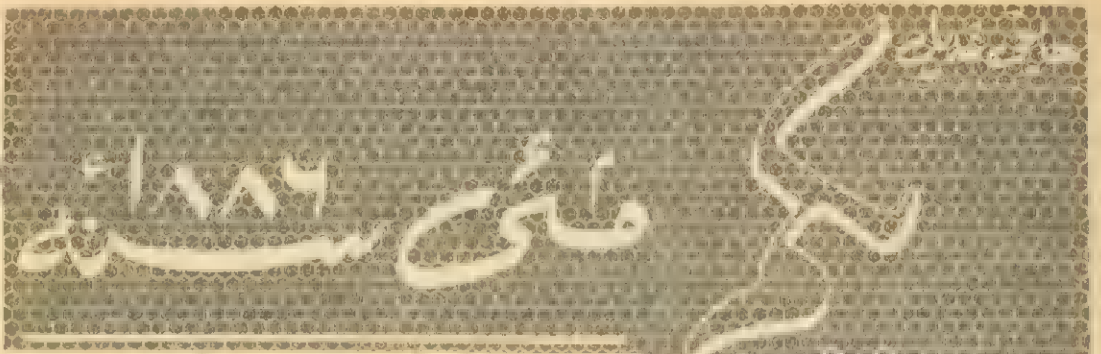
جنوری کو صدر ریکسن نے ایک بل پروتھا کئے ہیں جس کے مطابق امریکی پولیس کو اگلے تین سال کے اندر ان کے لئے مختص کردہ رقم سے تین ارب پچاس کروڑ ڈالر زائد دیئے جائیں گے۔ بشری آوازوں کو کچلنے کے لئے اتنی بڑی رقم تقصیر کرنے کا یہ فیصلہ واشنگٹن کے معروف صحافی جوزف گولڈن (Joseph Goulden) کے وہ الفاظ یاد دلاتا ہے کہ وفاقی حکومت نے امریکہ کو ایک ایسے معاشرہ میں تبدیل کر دینے کے لئے مضطرب اقدامات کئے ہیں جس میں کر پولیس کے اداروں کو تشدد کرنے کے لئے ایسے مواقع حاصل ہو جاتے ہیں جی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس بات کی تصدیق کے لئے بہت دور جانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ۱۹۶۷ء میں کونفاذ قانون کے لئے اسد (Law for Enforcement Assistance) نام کے ایک ادارے کی سرگرمیوں کے بارے میں اطلاع عوام تک پہنچی گئی تھی ۱۹۶۸ء میں فکھہ انصاف کے تحت پولیس فورس کی امداد کے لئے قائم شدہ اس تنظیم کا بجٹ اب ایک ارب ڈالر ہو گا۔

امریکہ کے غیر ملکی عوام اور مختلف سوچ رکھنے والے افراد کو کچلنے کے لئے پولیس امریکی مشین کا بھی ایک بڑھ ہے۔ بالکل ہی کام ایف بی آئی FBI کرتی ہے جس کے پاس ہزاروں ہتھیار جاسوسوں اور خبروں کا اسٹاف کام کرتا ہے جس کے پاس تقریباً ہر ایک امریکی کی فائل موجود ہے۔ ریڈیو ایڈیشن جس بھی جیسے خفیہ ایجنٹ جنگ کے خلاف ہونے والے مظاہرین کو گھس جاتے ہیں۔ نیٹنل گارڈز بھی ہیں جس کے سپاہی ایف بی آئی کی ایجنٹ کے غیر مسلح مظاہرین کے ہجوم پر فائرنگ کر دیتے ہیں جیسا کہ گینٹ میں ہو چکا ہے۔

قدم بہ قدم اور منزل بہ منزل امریکہ کے حکمران حلقے ملک کو ایک پولیس اسٹیٹ میں تبدیل کر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔







مردم ہو گئے۔ بے روزگار مزدوروں کی ایک زبردست فوج نے محنت کش طبقے کی معاشی اور تنظیمی جدوجہد کو مزید تقویت بخشی، اور خاص طور پر شکاگو کے مزدور جن کی قیادت نسبتاً بائیں بازو کے ترقی پسند رہنماؤں کے ہاتھ میں تھی انہی معاشی مطالبات کے حصول کی جدوجہد ایک طاقتور تحریک کے طور پر ابھری اور ۱۹۰۴ء کی ہڑتال ایک شاندار تحریک کی شکل اختیار کر گئی۔ اس ہڑتال میں مزدوروں کے لئے کام کے آٹھ گھنٹے مقرر کر کے مطالبے کو پوری شدت سے رکھا گیا اس کے بعد مزدوروں کے جموں جذبے و اتحاد سے مخالفت اور ان کا خون چوسنے والے سرمایہ داروں نے اپنے مزدور دشمن اقدامات کو مزید تیز کر دیا اور ان کی ہڑتال توڑنے اور جلسے درہم برہم کرنے کی سازشیں کیں۔ ان کارروائیوں کے بعد مزدوروں نے غیض و غضب کے عالم میں ۳۰ مئی کو پھر جلسے نکالا۔ ہر مئی کو ہلاک اور زخمی ہونے والے مظاہرین کی حمایت میں ایک اور جلوس کا پروگرام بنایا گیا۔ شکاگو کی بے مارکٹ کے چمپا نے ہر مزدور بڑی تعداد میں جمع ہوئے۔ مگر خونی درندہ کی پیاس ابھی بجھی نہیں تھی۔ انھیں معصوم مزدوروں کا خون ابھی اور پینا تھا۔ پولیس اور فوج نے مزدوروں پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ سڑکیں، دیواریں، تالیاں، محنت کشوں کے خون سے سرخ ہو گئیں۔ ان کا اپنا پرچم ان کے اپنے خون سے لال ہو گیا۔

سرمایہ دارانہ نظام میں استحصائی طبقے محنت کشوں کے حقوق خود کھینچ نہیں دیا کرتے بلکہ مظلوم طبقوں کو اپنے مطالبات منوانے کے لئے جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور جدوجہد ہر جلسے کے گزرنے کے بعد آخر کار چند لیڈروں کی مطلق العنانی والی دہشتی کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا پڑتا ہے۔ یہی عمل ۱۹۰۶ء میں شکاگو کے مزدوروں نے کیا۔ اور اسی اصول کو بعد میں دنیا بھر کے محنت کشوں اور انقلابیوں نے اپنا رہنما اصول بنالیا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی عمارت محنت کشوں کے فوجی استحصال کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے اور محنت کشوں کو اس نظام کو ختم کرنے کے لئے کھن اور صبر آزما (بانی ص ۳۱۲)

یکے مابقی ۱۹۰۶ء کو شکاگو کے ایک مزدور اخبار میں تاریخی بصیرت اور طبقاتی شعور رکھنے والے

کسی صحافی کے یہ لافانی الفاظ چھپے،

”بیاوری سے آگے بڑھے چلو“

رہا انی مشروع ہو گئی ہے۔

مزدوروں کی ایک بہت بڑی تعداد میر و زگار ہے۔ سرمایہ داری کے خونی بیجے تالوں اور بے جان امن کے کھوکھلے پردوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں۔

محنت کشو !

تمہارا انصرہ ایسا ہونا چاہئے کہ کوئی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ پہلی مئی کی تاریخی اہمیت تو آنے والے زمانے میں تسلیم کی جائے گی۔ یہ تمہارے حقوق طلب کرنا دن ہے۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ سرمایہ دار بغیر لوٹے ہوئے کام کے گھنٹے کبھی کم نہیں کریں گے۔

شکاگو کے مزدوروں نے اپنا خون دیکر اس گمنام صحافی کے ایک لفظ کو درست ثابت کر دیا۔ امریکہ کے شہر شکاگو کے محنت کشوں نے اوقات کار میں کمی کرانے کی جدوجہد میں پہلے والے خون سے دنیا بھر کے محنت کشوں اور انقلابیوں کو سرخ پرچم عطا کیا۔ اور ایک شہر کے جیالوں کی یہ جدوجہد وسعت اور جمہوریت کی اختیار کر کے زمان و مکان کی وسعتوں تک پھیل گئی۔ ہر صنعتی ملک میں سرمایہ دار اور محنت کش طبقوں کے مابین طبقاتی کشمکش روز بروز زیادہ سے زیادہ شدید ہوتی گئی۔

۱۹۰۸ء کی دہائی امریکی صنعت و تجارت کی ترقی کے لحاظ سے ایک اہم دہائی تھی۔ سرمایہ دارانہ نظام جس کی بنیاد ہی بے تحاشہ منافذ خوری پر ہے اس نظام کی بدولت امریکہ کو ستائیس سال کے معاشی بحران کے بعد ۱۹۰۵ء میں ایک رزروست معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ اس بحران کے سبب کروڑوں مزدور روزگار سے



# پیرس کمیون کا عظیم پرپام سرکلنڈے کا

شیرعباس

## جوہر سا موجود ہے اٹھ کھڑا ہو!

(۱۸۷۱ء — ۱۹۱۷ء)

اپنے قیام کے دن سے ”قومی دفاع کی حکومت“ نے سلسلہ وار ایسے منصوبوں پر عملدرآمد کیا جن کے مطابق دشمن سے ٹھٹھہ جڑ اور ملک سے غداری کی گئی۔ ۲۸ جنوری ۱۸۷۱ء کو اس نے پرویشیا کے ساتھ ایک اطاعت پسندانہ معاہدہ کیا۔ ۱۷ فروری کو فرانسیسی قومی اسمبلی نے جو جاگیرداروں اور شاہ پرست غلام پر مشتمل تھی، قاتل عداوتیں فریادیں سنائیں اور ایک حکومت قائم کی۔ ۲۷ فروری کو فرانس کے تختیگرز اور پرویشیا کے جاسوسوں کے ساتھ ایک ابتدائی امن معاہدہ پر دستخط کئے۔ جن کے مطابق فرانسیسی نے اسس اور لورین کی مشرقی سرحدیں کو واپس لے لیں اور بائیرن اور ملین فرانک بطور تلافی دینے منظور کئے۔

جب پرویشیا کی افواج پیرس میں جمع ہوئیں اور انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا تو عوام کے مختلف حصوں کی بھاری تعداد نے ہتھیار اٹھالئے اور قومی محافظوں میں اپنے نام درج کر لئے۔ فیصلہ کار رو کے اراکین کی تعداد تیزی سے ۳۰ لاکھ پہنچ گئی اس میں مزدوروں کی عظیم اکثریت تھی۔ مسلح محنت کشوں اور رجعت پرست حکومت کے مابین معاندانہ نظارہ ایک گھلے ہوئے شدید ٹکرائوں میں تبدیل ہوتا گیا۔ پیرس کے عوام نے ۱۷ اکتوبر ۱۸۷۱ء اور ۲۲ جنوری ۱۸۷۲ء کو دو اٹھارے برپا کئے۔ یہ دونوں عداوت حکومت نے جیل دینے۔ عوام کے کھلنے کی سازش کے باوجود عوام کی عظیم اکثریت نے اپنے ہتھیار نہیں ڈالے جس کے نتیجے میں تختیگرز حکومت نے اپنے قیام کے فوراً بعد عوام کو غیر مسلح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ۱۸ مارچ کے ابتدائی گھنٹوں میں تختیگرز نے اپنی رجعت پرست افواج کو قومی محافظوں سے ہتھیار چھیننے کے لئے ستر کے شمالی حصے میں روانہ کیا۔ لیکن انہیں پیرس کے بہادر عوام اور قومی محافظوں نے مار مار کر واپس پھینک دیا۔ قومی محافظوں کی مرکزی کمیٹی کے تحت اسی روز پیرس کے عوام نے ایک مسلح بلنڈار کی اور پیرس کے سرکاری اداروں پر قبضہ کر لیا۔ قومی محافظوں کی مرکزی کمیٹی انقلاب کی عارضی حکومت بن گئی۔ اور تختیگرز کی رجعت پرست حکومت ورسایہ فرار ہو گئی۔

۲۶ مارچ کو پیرس کے عوام نے کمیون کے اراکین کا انتخاب کیا ۲۸ مارچ کو پیرس کمیون کا اعلان کیا گیا۔

پیرس کمیون کے قیام کے بعد جاری کئے جانے والے پہلے فران میں سرمایہ داروں کی افواج کو توڑنے اور ان کی جگہ مسلح عوام کو دینے کا اعلان کیا گیا۔ کمیون نے

اب سے ایک صدی پہلے پیرس کے جیلے محنت کشوں نے سرمایہ دارانہ استحصال نظام کے خاتمے کے لئے ولیرانہ جدوجہد کا آغاز کیا۔ محنت کش طبقے کے جیلے بیٹوں اور بیٹیوں نے لاکھ لاکھوں کے خاتمے اور محنت کش طبقے کے اقتدار کے قیام کے لئے اپنے خون سے وہ منحل وکشن کی جس کی روشنی میں پوری دنیا کے محنت کشوں نے اپنی منزل کی سمت اور راہ کا یقین کیا۔ اور آج کو لاکھوں انقلابیوں کی روشنی کی ہوئی اس مشعل کے شعلے ساری دنیا میں بھڑک رہے ہیں۔ سو سال قبل پیرس میں گونجنے والے نفروں کی بازگشت آج ساری دنیا میں پہلے سے زیادہ تیزی سے گونج رہی ہے۔ گرہ ارض کے چاروں طرف موجود محنت کش اور انقلابی عوام پوری قوت سے نعرے لگا رہے ہیں۔ پیرس کمیون زندہ باد۔ محنت کشوں کا انقلاب پائیدار۔

۸ مارچ ۱۸۷۱ء کو پیرس کے صنعتی مزدوروں اور انقلابی عوام کی عظیم اکثریت نے رجعت پرست سرمایہ داروں کے اقتدار کے خلاف ایک مسلح بغاوت کی۔ اس بغاوت کے نتیجے میں پیرس کمیون وجود میں آیا۔ سرمایہ داری کے خاتمے اور محنت کشوں کے اقتدار کے قیام کیلئے عالمی پیمانے کی اہمیت کی یہ پہلی بڑائی تھی جو محنت کش طبقے نے منظم کی۔

پیرس کمیون کا انقلاب اس وقت واقع ہوا جب فرانس پرویشیا (جرمنی) سے مصروف جنگ تھا اور فرانس میں قومی وطن پرستی کی بغاوتیں بے حد شدید ہو چکی تھیں۔ جولائی ۱۸۷۱ء میں لوئی بوٹا پارٹیشنول سوئم نے جو دوسری فرانسیسی سلطنت کا حکمران تھا، پرویشیا کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ اس جنگ میں فرانسیسی فوج کو متواتر نقصانات اٹھانا پڑے اور پرویشیا کی فوج فرانسیسی حدود میں داخل ہو گئی۔ یکم اوریورڈو دیمبر کو بولین سوئم کو سپردان میں ایک تباہ کن شکست ہوئی۔ اس نے پرویشیا کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور اسے قیدی بنالیا گیا۔ جنگ میں فرانسیسی فوج کی پسماندگی نے حکمران طبقوں کے اقتدار کو کمزور کر دیا۔ اسی دوران جنگ نے عوام کے شعور کو غائی بلندیوں تک پہنچا دیا اور انقلاب کے لئے ان کی سوچ اور جذبے کو بڑھا دیا۔ ۲۸ ستمبر کو پیرس میں انقلاب برپا ہو گیا دوسری سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور تیسری فرانسیسی جمہوریت کا اعلان کر دیا گیا۔ ایک بار پھر اقتدار سرمایہ دار طبقوں کے ہاتھوں میں چلا گیا اور ایک نام نہاد ”قومی دفاع کی حکومت“ رجعت پرست اور لٹوچ کے ذریعے تشکیل دی گئی۔



سرمایہ داروں کے نوکر شاہی ڈھانچے کو توڑ دیا جس نے عوام کو غلام بنایا تھا۔ کمیون نے مہنت اور انضام کو متحد کر کے ریاست کو چلایا۔ سرکاری امیران کو عوام کا حقیقی خادم بنانے کے لئے کمیون نے سابقہ حکومتوں کے امیران کو بھاری ٹیکے دینے جانے کے طریقہ کار اور دوسری تمام مراعات کا خاتمہ کر دیا۔

معاشرتی طور پر کمیون نے مزدوروں اور دوسرے محنت کش عوام کے مفادات کے تحفظ کے لئے متعدد اقدامات کئے۔ اس نے وہ کارخانے جو سرمایہ داروں نے بند کر دیئے تھے یا جنہیں وہ چھوڑ کر چلے گئے تھے، مزدوروں کی امداد باقی کی انجمنوں کے حوالے کر دیئے۔ تاجروں کو مزدوروں پر زبردستی جرمانے کرنے اور ان کی اجرتوں میں کمی کر کے انہیں لوٹنے سے روک دیا گیا۔ کمیون نے محنت کش عوام کی املاک اور اسٹیا جو گروہی رکھی گئی تھیں ان کے مالکان کو واپس کرنے کے احکامات جاری کئے۔ اس نے ایک فرمان جاری کیا جس کے مطابق مکانات کے کرایوں کو معطل کرنے کا اعلان کیا گیا۔ کمیون نے چیرج اور ریاست کو طبعیہ کر کے مذہبی یا پابیت کو ختم کرنے کی طرف ایک قدم اٹھایا۔ بہت سے لوگوں کی محنت کش طبقے کے عظیم بیٹوں اور بیٹوں نے کمیون کے انقلابی مقصد میں تعاون کیا اور ان میں سے کچھ کمیون کے رکن بنے۔ کمیون نے خاص طور سے میٹروپولیٹن کے اسی طبقے کو توڑنے کا حکم جاری کیا جو سرمایہ داروں کی جارحانہ قوم پرستی کے علامت تھا اور پیرس کے وسط میں نصب تھا۔ پیرس کمیون کے انقلاب نے محنت کشوں کے بین الاقوامیت کے عظیم جذبے کا مظاہرہ کیا۔

پیرس کے اوپر چڑھنے والا محنت کش طبقے کا سرخ پرچم پرانی دنیا کے لئے ایک چیلنج تھا۔ رجعت پرست تحریک کو حکومت جو درسیلیئرز میں رجعت پرست افواج کو جمع کر رہی تھی اس نے ۲ اپریل سے پیرس کمیون پر حملوں کا آغاز کیا۔ پروٹیا کے جانسپرمارک نے بونا پارٹ کی ایک لاکھ افواج کو جو فرانس اور پروٹیا کی جنگ کے دوران گرفتار کی گئی تھیں انہیں منتقل کر دیا تاکہ درسیلیئرز کی حکومت پیرس کے مزدوروں کا قتل عام کر سکے۔ ۲۱ مئی کو رجعت پرست درسیلیئرز کی رجعت پرست فوج نے پیرس میں جنگ کی جبکہ پیرس کے بہادر مزدوروں نے مسلح جدوجہد کرنے کے لئے سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ سڑکوں پر شدید جنگ کا آغاز ہوا۔ یہ واقعہ تاریخ میں (مئی کے خون میں ڈوبے ہوئے ہفتے) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ پیرس کے عوام جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، انہوں نے محنت کشوں کے اقتدار کا دفاع کیا۔ ہر سڑک اور ہر مکان کمیون کے دفاع اور دشمن کو تباہ کرنے کے لئے کمیون کے بہادروں کے قتلے میں تبدیل ہو گیا۔ ۲۴ مئی کو تحریک رجعت پرست افواج نے ڈیوٹی ہوٹل پر قبضہ کر لیا جس میں کمیون کے مختلف شعبے تھے۔ ۲۶ مئی کو کمیون کے مجاہدین آخری مرتبہ پیرس لٹاکس کے قبرستان کی طرف پسپا ہو گئے جو پیرس کے مشرقی حصے میں واقع ہے۔ انہوں نے دشمن کے ساتھ زندگی اور موت کی شدید جدوجہد کرتے ہوئے بہادری کے ساتھ ایک عظیم آدرش کے لئے اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ ۲۸ مارچ کو درسیلیئرز کے عذاروں نے پورے پیرس پر قبضہ کر لیا اور وہاں پر عوام کا بے رحمی سے قتل شروع کیا اور ایک بار پھر یہ شہر سرمایہ دارانہ اقتدار سے جھگڑنے اندھیلوں میں ڈوب گیا۔ پیرس کمیون کی ناکامی کی بنیاد کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت محنت کشوں کی کوئی انقلابی تنظیم وجود میں تھی۔ چند سال پر کمیون نے شدید غلطیوں کا ارتکاب کیا۔ پیرس کمیون کے انقلابیوں نے کامیابی کے بعد درسیلیئرز کی جانب مارچ نہیں کیا جو انقلاب دشمن عناصر کا گڑھ تھا۔ وہ انقلاب دشمنوں کو آخری اور مضبوطی کے طور پر نہیں کچل سکے اور چند اہم تجارتی اداروں جیسے بینک آف فرانس کو قبضے میں لینے سے ناکام رہے۔ مزید براں کمیون نے کسانوں سے اتحاد نہیں کیا اور ان کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

پیرس کمیون کے قیام اور اس کے دفاع کے لئے محنت کشوں نے شاندار جدوجہد کی کمیون کے انقلابیوں نے غیر معمولی جلدی اور جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ اور خود کو انقلاب کے مقصد پر قربان کرنے کی تہمتیں دی دکھائی۔ انہوں نے اس ترکیب کے دوران وہ کتنا سرمایہ داری کے جنہیں آئندہ آنے والی نسلیں ہمیشہ فخر سے یاد کریں گے۔ اگر کمیون، قاتل تحریک، تباہ کن گھوڑے کے ذریعے محنت کشوں پر غریبی تشدد کرنے کے بدلے ناکام رہا لیکن اس کے تاریخی عطیات اور تجربات انتہائی قیمتی ہیں۔ دنیا کے محنت کش، غلام عوام اور محکوم قوموں نے گذشتہ ایک صدی سے قومی جمہوری انقلاب اور سوشلسٹ انقلاب برپا کرنے کے لئے بہادری سے لڑتے ہوئے ایک دوسرے کو ابھار کر اور ایک دوسرے کی حمایت کر کے عوامی دھڑے اٹھاتے ہوئے شاندار جدوجہد کی جسے اور عظیم الشان فتوحات حاصل کی ہیں۔ یہ ایک ایسا تاریخی دور ہے جس میں عالمی سرمایہ داری اور سامراج زوال پذیر ہو کر اپنے انجام کی طرف جا رہے ہیں اور عالمی سوشلزم عوامی جمہوریت فتح کی جانب گامزن ہیں۔ نئے تاریخی حالات میں پیرس کمیون کو پیغام دردور اور نئی بلندیوں تک پہنچ رہا ہے۔ دنیا میں ایک بڑی زبردست تبدیلی ہو رہی ہے۔

آج پیرس کمیون کی روشنی کی ہوئی انقلابی مشعل کے شعلے ساری دنیا میں بھڑک رہے ہیں اور سامراج، سوشل سامراج اور تمام رجعت پرستوں کے گنتی کے دن رہ گئے ہیں۔ پیرس کمیون انقلاب اور انقلاب دشمنی کے درمیان شدید جدوجہد کے سبب پیدا ہوا تھا۔ پیرس کمیون کے ۲ دن مسلح یلغار، مسلح جدوجہد اور مسلح دفاع کے ۲ دن تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پیرس کے محنت کشوں نے بندوبست پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ جس کے سبب سرمایہ دار رجعت پرستوں کے دلوں میں دہشت بکھیتی ہوئی تھی۔ پیرس کمیون کی ایک غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے دشمن کو ختم کرنے کے لئے درسیلیئرز کی طرف مارچ نہیں کیا اور تحریک کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اپنی رجعت پرست افواج کو پیرس کے انقلابی عوام کا قتل عام کرنے کے لئے جمع کر لے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر پیرس کے عوام سرمایہ داروں



تھینرز کا سایہ (ایک کارٹون)





۱۸ مارچ ۱۹۴۷ء کو پیرس کے انقلابی عوام مونٹ مارٹریس کے مقام پر پلیمین اور تھیرر کے فوجیوں کو قہراً ہتھیاروں پر قبضہ کرنے سے روک رہے ہیں۔

کے خلاف مسلح نہ ہونے تو کمیون ایک ملک بھی مقرر نہیں رہ سکتا تھا۔  
دور حاضر کی حکومتوں کی آزادی کی نہ لایں محنت کشوں کے عالمگیر انقلاب کا ایکلام اور بنیادی حق ہیں۔ قومی جمہوری انقلاب اور مونٹ مارٹریس کے دوسرے سے جوئے ہوئے ہیں اور ساتھ ہی ایک دوسرے سے جدا گانہ حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ وہ دو مختلف اداروں کی نمائندگی کرتے ہیں اور گروہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بہر حال حکومتوں کو سامراج سے آزادی حاصل کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ سامراجیوں اور رجعت پرستوں کے مسلح طاقت کے اقبال کے لئے بالکل تیار رہا جائے۔ حکومتوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے بھی مہذبہ حق استعمال کریں اور سامراج کی مہذبہ حق کے لئے بھی مہذبہ حق استعمال کریں جس طرح کے آج ہندو چین اور فلسطین کے عوام کر رہے ہیں۔

ناممکن اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ امریکی سامراج گذشتہ پچیس سالوں میں پچاس سے زیادہ مرتبہ مختلف ملکوں میں مسلح مداخلت اور مسلح جارحیت کا ارتکاب کر چکا ہے۔ چنانچہ امریکہ کی طرف سے مسلح تخریبی کارروائیوں کا اطلاق ہے ان کا کوئی شمار نہیں ہے۔ لہذا اپنی آزادی کے حصول، قومی آزادی اور سیاسی خود مختاری کے تحفظ کے لئے اور سامراج اور اس کے مجبوروں کی مسلط کردہ جارحیت اور تخریبی کارروائیوں کا مؤثر مقابلہ کرنے کے لئے لازمی ہے کہ تمام محکوم قوموں کی اپنی سامراج دشمن افواج بھی ہوں۔ اور جارحانہ جنگوں کا انقلابی جنگوں سے مقابلہ کر کے جواب دینے کے لئے ہر وقت تیار رہا جائے۔ امریکی سامراجیت کے خلاف اور قومی نجات کی اس جنگ نے جو بدنامی، لاکھوں اور مجبور و مائتین ملکوں کے عوام نے شہر کر رکھی ہے، دنیا بھر کے محکوم قوموں اور عوام کے لئے ایک شاندار مثال قائم کی ہے۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے مختلف ممالک اور علاقوں کے عوام کی سامراج دشمن جدوجہد نے بھی قابل قدر تجربات فراہم کئے ہیں۔

درحقیقت امریکی سامراج اور اس کے پیچھوڑوں کے خلاف عوامی جنگ سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ دنیا کی محکوم قومیں جو غیر مسلح اور جنگ میں ناخبرہ کار ہیں وہ ہتھیار اٹھانے لگی اور ایک ملک جنگ میں مہارت حاصل کر لیں گی۔ امریکی سامراج اور اس کے پیچھوڑوں کی جنگ کے شعلوں میں جل کر بھسم ہو جائیں گے جو خود انھوں نے بھڑکائے ہیں۔ طبقات دشمن رکھنے والے عوام کی برتری کے قتل و کشتیر، عوام کے بھڑکے کچے بڑھتے ہوئے سیلاب کے بغیر اور آسمانوں میں طوفان برپا کرنے کے لئے تیار رہیں اور اس کی صلاحیت کے بغیر مطلق الذمہ داری کا خاتمہ نہیں کیا جاسکتا۔ پیرس کے محنت کش آسمانوں میں طوفان برپا کرنے والی انقلابی جماعتوں سے بغاوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے تاریخ کا ایک عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ تاریخی تجربے کے مطابق، سینکڑوں پروگراموں اور دلائل کے مقابلے میں

اگر کمیون کو شکست ہوگئے تو پھر یہ جدوجہد  
وقتے طور پر موقوف ہوگئے۔ کمیون کے  
اصولے عنبر و نانی تھیں اور انھیں مسایا  
نہیں جاسکتا۔ یہ اصولے اس وقت تک  
بار بار اپنے صداقتے ظاہر کرتے رہیں گے  
جب تک کہ مزدور طبقے کو نجات حاصل نہیں ہو جاتی

(پیرس کمیون کے بانی میں کارل مارکس کی ایک تحریر سے اقتباس)

عالمی مزدور انقلاب کا عالمی ارتقاء ہے عدمیت کا حامل ہے۔

کرو ارض کے چاروں طرف عوام یہ نعرہ بلند کر رہے ہیں کہ امریکی سامراج اور اس کے بالوتکوں کو شکست دیدو، حکمت علی کے لیا ناسے امریکی سامراج کے پشت پناہ علاقے سامراج دشمن جدوجہد کے اگلے نمود چوں ہیں تبدیل ہو گئے ہیں۔ ایشیا اور افریقہ میں قومی آزادی کی تحریکیں جنگ کی آگ کی طرح پھیلی جا رہی ہیں۔ متعدد مشرقی یورپی ممالک میں سوشل سامراج کے خلاف عوام کی انقلابی جدوجہد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ تحریکیں ایک دوسرے سے برا اثر انداز ہوتے ہوئے اور ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہوئے عالمگیر انقلابی تحریک کی طاقتور لہر میں شامل ہوتی جا رہی ہیں۔

انقلابیوں کو عوام کے دھول اور سرخروں میں شریک ہونا چاہیے، بلا جھجک ان سے سیکھنا چاہیے اور ان کے شاگرد بننا چاہیے۔ انہیں عوام کی انقلابی پہلقدی کو بڑھاوا دینے میں ماہر ہونا چاہیے اور ان سے عقل اور قوت حاصل کرنی چاہیے۔ انقلاب کا اولین اور اہم ترین سوال دوستوں اور دشمنوں کے مابین تقاضی کر کے اپنے اصل دوستوں کے ساتھ متحد ہونا اور اپنے حقیقی دشمنوں پر حملہ آور ہونا ہے۔ عوامی انقلابی تحریک کا ارتقاء اس امر کا متقاضی ہے کہ انقلابی قوتوں کے مابین اتحاد کو مستحکم کیا جائے، سامراجیوں، تسلیم پسندوں، اور رجعت پسندوں کے تیار کئے ہوئے منصوبوں، سازشوں اور تخریبی کارروائیوں کو ناکام بنایا جائے۔

عوام جو کہ ۹۰ فیصد آبادی پر مشتمل ہیں اور جن میں مزدور، کارکن، طالب علم اور وہ تمام غماض حلقے شامل ہیں جو سامراج کے دباؤ کو تسلیم نہیں کرتے، لازمی طور پر انقلاب برپا کریں گے۔ امریکی سامراج اور اس کے تمام بالوتکوں کو شکست دینے کے لئے یہ لازمی ہے کہ ان تمام طاقتوں کا جوہر کی جاسکتی ہیں ایک وسیع تر متحدہ محاذ قائم کیا جائے۔ انقلاب برپا کرنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ انقلابی عوام



پیرس میں پیرس لاشائز سے قیبرستان میں کمیون کے  
مرد کی یادگار دیوار کمیون فارڈ



پر براہ راست بھروسہ کیا جائے۔

جان بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن وہ انقلابی کاروائیوں کی لا تعداد پالیسیوں سے ناگفتہ کرتے ہیں۔ سامراجیوں اور رجعت پرستوں کی حکومتوں کے تشدد سے لاقعد اور دوازہ ہر گھنٹہ - دھم ہونے والی تحلیلات اور بھیتوں میں مبتلا رہ کر رہ جاتے ہیں۔ لہذا یہ غور کی ہے کہ عوام کو کھانے والے اس نظام اور اس حال کو ختم کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے تاکہ عوام غلامی سے نجات حاصل کر سکیں۔

جنت کشوں کا پرست اپنے کمیون کے ساتھ ایک نئے مسلح کے عالمی شانہ نقیب کے حیثیت سے ہمیشہ نمایاں کردار ادا کرتا رہے گا۔ اس کے شہر اور دور طبقے کے عظیم دلوں میں گھر کر چکے ہیں

کارل مارکس "فرائض کی سول دار"

روسیا پریم سپنڈو  
کیا ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ  
یہ کونسا امن ہے کہ تم اپنے ملک میں مختلف قومیتوں کو چلنے کے لئے لاقعد مسلح افواج اور پولیس رور کرتے ہو  
یہ کونسا امن ہے کہ پندرہ مشرقی یورپی ممالک اور عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش میں ہمارے لئے شمار خوجی موجود ہیں جن کے ذریعے تم نے ان ممالک پر اپنی حکومت مضبوط کر رکھی ہے تم نے چکیو سلوکیہ پر فوجی تسلط قائم کر رکھا ہے اور تم پرگ کی شہروں پر اپنے ہینک کو گھما رہے ہو تاکہ عوام کو دبا یا اور فروغہ کیا جاسکے پیرس کمیون کے انقلابی اصولوں سے انحراف کرنے والے خرد شیف کا تختہ الٹا جا چکا ہے اور غرضیکہ کی ترمیم پسندی کی راہ اختیار کرنے والے خود بھی اور گو ملک کے اقتدار کا خاتمہ بھی کیا جا چکا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہو نا چاہیے کہ جو بھی تاریخ کے دھارے کی مخالفت کرتا ہے اور پیرس کمیون کے انقلابی اصولوں سے غداری کرتا ہے اس کا انجام عبرت ناک ہو گا۔

پیرس کمیون نے بین الاقوامیت کا پرستہ سر بلند کیا تھا۔ سرمایہ دار ملکوں کے جنت کش نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ممالک کے عوام کی آزادی کے جدوجہد کی حمایت کر رہے ہیں اور نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ممالک کے عوام سرمایہ دار ملکوں کے عوام کی آزادی کی حمایت کر رہے ہیں لہذا عوام جو اپنے انقلاب میں فتح حاصل کر چکے ہیں وہ آزادی کے حصول کے جدوجہد کرنے والے عوام الناس کی حمایت کر رہے ہیں۔ یہی بین الاقوامیت کا اصول ہے۔

پیرس کمیون کے شاہد چین پولیئر کا لکھا ہوا جنت کشوں کا بین الاقوامی ترانہ انٹرنیشنل آج ساری دنیا میں گونج رہا ہے۔ "روایات کی زنجیریں ہیں فریب قید نہیں رکھ سکتیں" "ہم سب ایک پولس گے، جو جہاں موجود ہے وہ اکٹھے نظر آتے۔" بین الاقوامیت انسانی برادری کو "آدم سبیل کو سامراجیوں و فاضل ساداجیوں اور تمام رجعت پرستوں کو عظیم عوامی انقلاب کے سیلاب میں بہا دیں۔ جنت کش طبقے کی غلامی کی زنجیروں کے سوا کچھ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے جب کے ان کے جیتنے کے لئے مادی نیچری ہے۔

سنہ ۱۸۸۲ (۱۸۸۱) فرانسیسی بیوری بورڈا سوئٹس اور مورخ انقلاب فرانس کے دوران اس کے نظریات کو پانچویں ازم کا نام دیا گیا ہے۔ سنہ ۱۸۶۵ (۱۸۰۹) فرانسیسی صحافی، ماہر معاشیات و سماجیات، بیوری بورڈا کی نظریہ داں اور انارکزم کے بانیوں میں سے ایک۔ پرودھوں ازم سے اس کے انارکسٹ نظریات مراد ہیں۔

پیرس کمیون کی ناکامی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ تاریخی حالات کے سبب، ابھی سوشلزم کے نظریے نے ضرور تحریک میں غالب حیثیت حاصل نہیں کی تھی اور اس کی بنیادی کے لئے ایک صحیح سوشلسٹ پارٹی ابھی وجود میں نہیں آئی تھی۔ اس کے برعکس بلاتقی ازم اور پروڈھن ازم کو اس وقت پیرس کمیون میں غالب حیثیت کے مالک تھے ان کے لئے ضرور انقلاب کو فتح تک لے جانا ممکن نہ تھا۔

پہلی عالمی جنگ کے دوران دنیا کے بہت سے ممالک میں انقلابی صورتحال پیدا ہوئی لیکن دوسری انٹرنیشنل کی تقریباً سب ہی جماعتیں ترمیم پسند یا جارحانہ قوم پرست پارٹیوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ان کے لئے یہ قطعی ناممکن تھا کہ وہ اس انقلابی صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جنت کشوں کے سیاسی اقتدار کے قیام کے لئے رہنمائی کردار ادا کرتیں۔ لیکن اس دوران لینن و اسٹالین کی رہنمائی میں صرف سوویت یونین میں جنت کشوں کا عظیم انٹرنیشنل انقلاب کامیابی سے چلنا ہوا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد چین میں عوامی جمہوریت کی جدوجہد کامیاب ہوئی۔ چند دوسرے ممالک میں بھی انقلاب کامیاب ہوا اور انقلابی تحریکوں میں شدت اور تیزی پیدا ہو گئی۔ لیکن جنت ممالک میں انقلاب کو ناکامی دینی کیونکہ تحریک کے قائدین کی بیشتر تعداد موقع بہ موقع یا ترمیم پسندی کا شکار ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح خطوط پر چلنے والی تحریکوں کی ایک طاقتور تحریک میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

معاشرے میں طبقاتی رشتوں کا مطالعہ کرنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ مختلف نکتہ ہائے نظر اور طریقوں کے بارے میں تفصیلی تحقیق و تفتیش کی جائے موجودہ حالات کا سٹوس تجزیہ کیا جائے اور ملک کی تاریخ اور اس ملک میں انقلاب کی خصوصیات کا مطالعہ کر کے انقلاب کے نظریاتی اور عملی مسائل کو آزادانہ طور پر حل کیا جائے بین الاقوامی تحریات سے یکساں فوری ہے لیکن ان تحریات کی ایک ایسی انداز میں کاربند کرنی نہیں کی جاسکتی کہ ایک ملک کے انقلابی خود اپنے ملک کے حالات کی روشنی میں اپنے تحریات کو ترقی دیں گے۔ صرف اسی صورت میں وہ انقلاب میں فتح حاصل کرنے کے لئے رہنمائی کر سکتے ہیں اور عالمگیر عوامی جمہوری انقلاب کے مقصد میں اپنا فرض پورا کر سکتے ہیں۔

ایک ایسے وقت میں جب دنیا کے انقلابی عوام پیرس کمیون کی عظیم حدسارہ تقریب منا رہے ہیں تو سوویت ترمیم پسند غدار حکمران لڑکھڑاہے رہا ہے اور نہایت ڈھٹائی سے پیرس کمیون کے اصولوں سے وفاداری کا اقرار کر کے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس نے پیرس کمیون کی تقلید کرتے ہوئے کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ سوویت ترمیم پسندوں کی بے شرمی کی یہ انتہائی حد ہے۔

سوویت ترمیم پسند غداروں کو پیرس کمیون کے خلق کو لینے کا کیا حق ہے؟ یہ وہی غدار ہیں جنہوں نے سوویت اقتدار پر قبضہ کر کے جنت کشوں کی حکومت کو سرمایہ دار کی حکومت میں تبدیل کر دیا ہے۔ انہوں نے سوشل سماراج اور سوشل فاشیزم کو اپنا لیا ہے۔ یہ پیرس کمیون کے انقلابی اصولوں سے کھلا انحراف ہے۔ یہ گروہ اپنے "پرامن عبور" کے فلسفے کو تقویت دینے کے لئے تاریخ کو ڈھٹائی سے توڑ مڑ رہا ہے۔ اور یہاں تک کہ رہا ہے کہ پیرس کمیون "ابتدا" میں تقریباً مکمل طور پر پرامن انقلاب تھا۔

پیرس کمیون کا انقلاب اپنی ابتدا سے انتہا تک سرمایہ داروں اور سردوروں کے درمیان ترندگی اور صحت کی خوفی جنگ تھا۔ یہ انقلاب و انقلاب دشمنی کے مابین کھلی جنگ تھا۔ اس سے پہلے کے دوران ہزاروں مسلح افراد نے اپنے اپنے زندگیاں انقلاب پر قربان کر دیں۔ اب ترمیم پسندوں کی طرف سے پیرس کمیون کو مکمل طور پر ہرا کر پیرس کمیون کے شہر دار کی مرنہ ناک توہین ہے۔ سوویت ترمیم پسند غدار انقلاب دشمن کاروائیوں کو ایک ہزار ایک مرتبہ





# بھارتی توسیع پسند کیا کرنا چاہتے ہیں ؟

پاکستان کے حالیہ بحران پر چینی جریدے  
مینگ ریویو کا تبصرہ

بھارتی حکومت نے پاکستان کی حکومت کے شدید احتجاجات کے باوجود کچھ عرصے سے پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کی کوششوں کو دو چند کر دیا ہے۔ بھارتی حکومت کے اس متکبرانہ اقدام نے تمام انصاف پسند ممالک کے عقیدے و برصغیر کو ابھارا ہے۔

صدر ریجنی نے پاکستان کی موجودہ صورتحال کے ضمن میں جو متعلقہ اقدامات کئے ہیں وہ پاکستان کا داخلی معاملہ ہیں جن میں کسی ملک کو مداخلت نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی کسی کو اس کا حق ہے۔ لیکن بھارتی رجعت پسندوں نے پاکستان کے داخلی معاملات میں نہایت تیز رفتاری سے حکم کھلا مداخلت کی ہے۔ بھارتی حکومت کی چند ممتاز شخصیتوں، وزیراعظم، وزیر خارجہ سے لے کر پارلیمنٹ کے اراکین اور دیپاسوں کے ذرائع اعلیٰ نے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کے لئے شور و غل مچا رکھا ہے۔ بھارتی پارلیمنٹ اور بھارتی نیشنل کانگریس نے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے حکم کھلا قراردادوں پر بحث کی اور انہیں منظور کیا۔ بھارتی حکومت دو بڑی طاقتوں کے گٹھ جوڑ سے بین الاقوامی مداخلت کی سازش میں بے حد مصروف تھی۔ اسی دوران، بھارتی رجعت پسند اپنی تمام پروپیگنڈا مشینری کو پاکستان دشمن جارحانہ قوم پرستی کے جذبات بھڑکانے کے لئے حرکت میں لے آئے ہیں۔ یہ تمام وحشیانہ اقدامات، بھارتی رجعت پسندوں کے توسیع پسند عوام کو بے نقاب کرنے کی ایک نئی مثال ہیں۔

اپنے ایک پڑوسی ملک کے اندرونی معاملات میں غواہ مداخلت کرنے کے لئے جو آزمائش کرتے ہوئے بھارتی رجعت پسند اصرار کر رہے ہیں کہ پاکستان کی اندرونی صورتحال میں تبدیلیوں سے "بھارت کی اپنی سلامتی کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے" یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا پاکستان بھارت سے کسی سلامتی کے لئے "خطرہ" ہے یا بھارتی توسیع پسند پاکستان کی سلامتی کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ جب بھارتی رجعت پسند پاکستان کی صورتحال کے متعلق اشتعال انگیز بیانات دے رہے تھے تب بھارتی حکومت نے مشرقی پاکستان کی سرحدوں کے ساتھ اپنی افواج مجتمع کر دیں اور سادہ لباس میں سٹرائپڈ پاکستان کے علاقے میں گھسایا تاکہ وہ وہاں افراتفری اور خوف و ہراس پھیلا سکیں۔ کیا یہ اعلان بے فوجی دھمکی پاکستان کی سلامتی کے لئے خطرہ نہیں ہے؟ بھارتی رجعت پسند یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ جغرافیائی صورتحال نے یہ ناممکن بنا دیا ہے کہ بھارت پاکستان کے حالات کا اس سادہ طریقے سے مشاہدہ کرے کہ یہ پاکستان کا داخلی معاملہ ہے۔ یہ دلیل انتہائی بیہودہ ہے۔

جغرافیہ کے ایک خاص مقام پر ہر ملک کے پڑوسی ہوتے ہیں۔ اگر بھارتی توسیع پسندوں کے اس نظریے کو تسلیم کر لیا جائے تو وہ ممالک جو توسیع پسند اور جارحانہ عوام رکھتے ہیں، اپنے پڑوسی ملکوں کے اندرونی معاملات میں جغرافیائی وجوہات کی بنیاد پر دیرہ و دانتہ مداخلت کر سکتے ہیں ایسے حالات کے تحت کیا قوموں کے درمیان تعلقات معمول پر رہ سکتے ہیں؟

یہ امر قابل ذکر ہے کہ دو بڑی طاقتوں نے، بھارتی رجعت پسندوں کے ساتھ باہمی تعاون کرتے ہوئے بھونڈے طریقے سے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی ہے۔ امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے ایک بیان جاری کر کے پاکستان کے اندرونی معاملات میں اپنی ٹانگ اڑا دی ہے۔ جب کہ روسی حکومت نے اس سے بھی زیادہ شرمناک اقدام کیا ہے۔ سوویت یونین کی سپریم سوویت کی پریسیڈیم کے صدر پوڈگورنی نے صدر ریجنی خاں کو بھیجے گئے ایک پیغام میں، بھارتی رجعت پسندوں کی طرف سے پاکستان کو دی جانے والی دھمکیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس کے برعکس بے عزتی سے پاکستانی حکومت پر نکتہ چینی کی ہے۔ اور خود کو "دوست" ظاہر کرتے ہوئے مکاری کے ساتھ "پاکستان کے عوام کے مفادات پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔" جیسا کہ سب جانتے ہیں اگر ایک ملک کی آزادی خود مختاری اتحاد و علاقائی سالمیت میں مداخلت کی جائے تو عوام کا مفاد کہاں باقی رہ جاتا ہے؟ سوویت یونین جو کچھ چیکو سلواکیہ میں کر چکے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے اس امر کا اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے کہ روسی رہنما کس کی حمایت کرتے ہیں، کس کی مخالفت کرتے ہیں اور ہر حال میں وہ کس کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ عظیم رہنما جیرینی ماؤزے تنگ نے نشاندہی کی ہے۔

"ہم اس امر کی پر زور تائید کرتے ہیں کہ تمام اقوام کو باہمی احترام کے پانچ اصولوں کے تحت، خود مختاری اور علاقائی سالمیت، عدم جارحیت اور ایک دوسرے کے معاملات میں عدم مداخلت، مساوات، باہمی مفاد اور پرامن بقائے باہمی پر عمل کرنا چاہیے۔"

یہ مختلف قوموں کے درمیان تعلقات کو درست رکھنے کی کوئی بے کوئی بھی ملک جو اپنے درپردہ عوام کو حاصل کرنے کے لئے دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتا ہے۔ اس کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوگا۔

پاکستان کے عوام سامراج اور نوآبادیاتی نظام کی مخالفت کرتے ہیں انقلابی روایات کے حامل ہیں اور بیرونی مداخلت اور جارحیت کے خلاف شاندار جدوجہد کر چکے ہیں۔ جتنی حکومت اور عوام، ہمیشہ کی طرح پاکستانی حکومت اور عوام کی قومی آزادی کو برقرار رکھتے، دیکھتی خود مختاری، بیرونی جارحیت اور مداخلت کے خلاف کی جانے والی مصفاہ جدوجہد کی عہدہ حمایت کرتے رہیں گے۔



# صدر بھیجی کے نام

## روس کا صدر پوڈگورنی کا پیغام

صدر بھیجی کے نام روسی صدر پوڈگورنی کے پیغام کا پورا امتت پاکستانی پریس میں شائع نہیں ہوا تھا۔ ہم ذیل میں اس پیغام کا پورا امتت پیش کر رہے ہیں اس لئے کہ میں روسی سوشل سمارچ کے سامراجی عناصر پر کسی طرح نمایاں ہوں۔ اس پیغام میں سو آئے کی اس سازش کو انتہائی واضح طور پر سامنے نظر انداز کر دیا گیا ہے جو کہ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھارت کے لئے نقد و بنائے پھیلے عجیب لالچوں، کالعدم عوامی لیگ اور پاکستان کے کپڑا دار نوکر شاہی سے ملایہ داروں کے ذریعہ عمل میں لائی جا رہی تھی۔ اس کے علاوہ اس پیغام میں پاکستان کے اندرونی معاملات میں بھارتی مداخلت کے سلسلے میں بھی کوئی لفظ نہیں کہا گیا ہے۔ پیغام میں روسی صدر پوڈگورنی نے انسانیت کے نام پر مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی اور خونریزی کو دھائی توڑی ہے مگر ان انسانیت سوز اور وحشیانہ مظالم کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے جو نام نہاد بنگلہ دیش کی آزادی کے نام پر بھارت کے فاشی طرز پر چلائے جانے والی تحریک میں ہزاروں بے گناہ مزدوروں، عورتوں، بچوں اور معصوم بچوں کی ہلاکت ہو چکی ہے۔ جن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ بنگال کے زمین سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔

فتادہ سین اس پیغام کو پڑھا کر یہ اندازہ لگائیں کہ پاکستان کے حالیہ بحران کے سلسلے میں امریکی سامراج اور روسی سوشل سامراج اور بھارتی توسیع پسندوں کی آوازیں کتنی حیرت انگیز مماثلت ہے۔

(ادامہ)

مشہور دانش افزا امداد کا تسلسل بلا ٹک مشہور مسائل کے حل کو اور زیادہ مشکل بنائے گا اور اس سے تمام پاکستانی عوام کے اہم ترین مفادات کو بھی بہت زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔

”جناب صدر“ یو ایس ایس آر کی سپریم سوویت کی پریسیڈیم کی جانب سے ہم یہ انتہائی غصہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو لکھیں اور اصرار کے ساتھ اپیل کریں کہ مشرقی پاکستان کی آبادی کی خودمختاری اور ان پر جبر کو ختم کرنے کے لئے فوری طور پر اقدامات کئے جائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ پاکستان کے سارے عوام کے مفاد میں ہوگا اور اس سے علاقے میں امن برقرار رکھنے کے مفادات کی تکمیل ہوگی۔

”وہ مسائل جو پیدا ہو گئے ہیں ان کا ایک بڑا سیاسی تصفیہ، سوویت عوام کے لئے اطمینان کا باعث ہوگا۔“

”اپنی اپیل کرنے کے لئے ہمارے محرکات عوامی طور پر تسلیم نہ کرنا دوسری اور بین الاقوامی اعلان کے تحت انسانی حقوق کے اصول اور پاکستان کے دوسرے عوام کی بہتری ہے۔“

”جناب صدر“ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارے اہم مقاصد کو درست طور پر سمجھیں گے جن کے پیش نظر ہم یہ اپیل کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے پورے عوام کی خواہش ہے کہ مشرقی پاکستان میں امن اور انصاف کے لئے کچھ وقت میں قائم ہو جائے۔“

سوویت یونین کی خبر رسالہ ایگنی ٹاس نے سوویت یونین کی سپریم سوویت کے پریسیڈیم کے صدر این پوڈگورنی کا وہ پیغام جو انہوں نے پاکستان کے صدر بھیجی خاں کو بھیجا تھا، ۱۲ اپریل کو اشاعت کے لئے جاری کیا۔ پیغام یہ ہے۔

”یہ اطلاع کو دھاکہ میں بات چیت ناکام ہو گئی ہے اور فوجی انتظامیہ نے حالات سے بچنے کے لئے مشرقی پاکستان کی آبادی کے خلاف مسلح طاقت کے استعمال اور انتہائی اقدامات کرنے کو مناسب سمجھا ہے۔ سوویت یونین کے لئے زبردست بے چینی کا سبب ہے۔“

”سوویت عوام“ پاکستان کے عوام کی کثیر تعداد میں ہلاکت، اذیت اور تنگدستی سے جو کہ اس قسم کے واقعات کا نتیجہ ہوتی ہے لائق غور نہیں رہ سکتے۔ سوویت یونین، ایم رحمان (اس سے مراد شیخ مجیب الرحمن ہے۔ ادارہ) اور دوسرے سیاستدانوں جنہیں حالیہ عام انتخابات میں مشرقی پاکستان کی آبادی کی کثیر اکثریت کی موثر حمایت حاصل ہوئی ہے کی گرفتاریوں اور انہیں اذیت پہنچانے پر بھی تنقیدی پائی جاتی ہے۔ سوویت عوام ہمیشہ خلوص کے ساتھ پاکستانی عوام کی بہتری اور ان کے بھلے بھولے کے خواہشمند اور ان کے ملک کو درپیش پیچیدہ مسائل کو چھوڑ کر طریقے سے حل کرنے میں کامیاب ہونے پر خوش ہوئے ہیں۔“

”موجودہ دنوں میں پاکستانی عوام کو جو امتحان درپیش ہے اس کے متعلق ہم دوستوں کی حیثیت سے حیدر الفاظ کہنا چاہتے ہیں۔ ہم اس سے متفق تھے اور ہیں کہ پیچیدہ مسائل جو پاکستان میں ابھر آئے ہیں ان کو بغیر قوت کے استعمال کے سیاسی طور پر حل کیا جاسکتا ہے اور لازماً کرنا چاہیے۔ مشرقی پاکستان میں خودمختاری اور



# پاکستان اور بھارت کے بارے میں

## چین اور روس کی پالیسی

مشرقی پاکستان میں موجودہ حالات کے پیدا ہونے کے چند دن بعد روس کے صدر پوڈگورنی نے پاکستان کے صدر آغا محمد یحییٰ خاں کے نام ایک پیغام بھیجا تھا۔ اس پیغام میں روس کے صدر نے پاکستان کے مشرقی حصے میں فوجی کارروائی اور شیخ مجیب الرحمن کی گرفتاری پر توثیق کا اظہار کرتے ہوئے حکومت پاکستان پر زور دیا تھا کہ وہ موجودہ اقدامات کو روک دے۔ جیسا کہ روسی صدر کے پیغام کے جواب میں صدر پاکستان یحییٰ خاں کے پیغام اور پاکستان کے تقریباً تمام سیاسی حلقوں کی طرف سے رد عمل سے ظاہر ہے۔ روسی حکومت کا مذکورہ بیان پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے۔ لیکن اس پیغام کا یہ ایک پہلو نہیں ہے۔ روسی پیغام کے لب و لہجہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ روس امریکا اور بھارت مجیب الرحمن کے ذریعے جس سازش کو مایاب بنانا چاہتے تھے اس کی ناکامی پر روس کو تکلیف پہنچی ہے۔ اس کا پیغام اسی کو کھلا ہٹ کا نتیجہ ہے۔ اس مرحلہ پر بھارت، روس اور امریکا کی پوزیشن ایک جیسی ہے۔ بی بی سی نے حکومت پاکستان کے نام اس روسی پیغام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ روس نے یہ پیغام بھارتی دباؤ کے تحت بھیجا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک خاص عرصے سے روسیہ کے بارے میں روس کی پالیسی کا ایک پہلو بھارت کی خوشنودی کا حصول رہا ہے لیکن پاکستان اور بھارت کے متعلق روسی خارجہ پالیسی کی یہ ایک مینڈا نہیں بلکہ اس کی اصل خود روسی کے اندر پیدا ہونے والی تبدیلیاں اور ان تبدیلیوں کے نتیجے میں بین الاقوامی کمیونٹس، سوشلسٹ ممالک، مغربی سرمایہ دار قوتوں اور سمیری دنیا کے پسماندہ اور غریب ممالک کے بارے میں نئی روسی پالیسی ہے۔ پاکستان اور بھارت کے متعلق روسی پالیسی روس کی عالمی پالیسی کا ایک حصہ ہے۔ پاکستان اور بھارت کے باہمی تعلقات اور ان دونوں ممالک کے مسائل اور اندرونی دباؤوں یا بیسیوں کو بھی روسی اس رنگ میں دیکھتا ہے۔ جس رنگ میں اس کی عالمی پالیسی تشکیل پاتی ہے۔

چینی پالیسی اور روسی پالیسی میں بنیادی فرق ہے اس کی وجہ وہی ہے جو عالمی سطح پر چینی اور روسی پالیسیوں کے درمیان اختلافات کی بنیاد ہے۔ چینی پالیسی سے متصادم یہی روسی پالیسی ہے جسے سوشل سامراج کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی سوشل سامراج نے کب اور کتنے نیاؤں پر جنم لیا اور دنیا کے مختلف ممالک بشمول پاکستان اور بھارت میں کتنے غامض نے کئی نیا دروں پر اس سے کچھ جوڑ کیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکا مغربی سرمایہ دار دنیا میں سب سے طاقتور ملک کی حیثیت سے ابھرا تھا۔ جرمنی اور جاپان کی شکست برطانیہ اور فرانس جیسی نوآبادیاتی طاقتوں کے کمزور ہونے اور دو عالمی جنگوں میں ہتھیاروں کی تجارت سے بے پناہ فائدہ اٹھانے کی بنا پر امریکا کی معاشی اور جنگی صلاحیت بہت بڑھ چکی تھی۔ آدراٹیم کے ہاتھ میں آجائے کے بعد اس کی توسیع پسندی اور جارحیت پر آمادگی کے رجحان نے اورش پکڑ لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سوویت یونین اور دیگر امن پسند ممالک کے خلاف امریکا بھرپور جنگ کی دھمکیاں دیا کرتا تھا۔ روس کی وزارت خارجہ کے دوران نو عالمی جنگ کا خطرہ منڈلاتا رہا تھا۔ کیونکہ امریکا حکومت نے اعلان کر رکھا تھا کہ روس یا کسی سامراج دشمن ملک کی طرف سے ذرا سی حرکت کا جواب اپنی حملہ ہوگا۔ اس زمانے میں سوشلسٹ کیمپ اور سامراج کے خلاف جدوجہد کرنے والے اکثر ممالک اور قوموں کی عسکری طاقت امریکا اور اس کے حواری یورپین ممالک سے کم تھی۔

سوویت یونین نے امریکا سے آٹھ برس بعد اٹیم بم کا دھماکہ کیا تھا۔ چین میں تعمیر نو اور استحکام کا عمل اچھی مکمل نہیں ہوا تھا اور دنیا میں سامراج دشمن تحریک کا دائرہ ابھی اتنا وسیع نہیں ہوا تھا کہ امریکا سامراج کو منہ ٹوڑ جواب دیا جاسکتا۔ اس کی جارحانہ قوت اس قدر منتشر ہوئی تھی کہ اب ہے۔ چنانچہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے سوویت یونین نے اسی حکمت عملی اختیار کی تھی جس میں زیادہ سے زیادہ وسیع سامراج دشمن تحریک تشکیل پا سکتا ہو۔ اس تحریک میں سوشلسٹ کیمپ کے ممالک نوآبادیاتی تسلط کے خلاف جدوجہد کرنے والی تحریکوں کے علاوہ (یسے ہی ملک بھی شامل تھے جنہوں نے قوم پرست بورژوا قیادت کے تحت نئی فوجی آزادی حاصل کی تھی۔ ان ممالک کو سامراج دشمن تحریک میں شامل کرنے اور ان کی قومی آزادی کی تحریک کی حمایت کرنے کی ضروریات تھیں۔ اولاً کہ ان ممالک کا نوآبادیاتی تسلط سے آزاد ہو کر قومی آزادی حاصل کرنا نوآبادیاتی نظام کے تسلط کی ایک کڑی کمی شکست اور سامراج کے ایک حلیف پر ضرب کاری تھی۔ یہ حقیقت خود سامراج دشمن جدوجہد کے لئے تقویت کا باعث بنتی تھی۔ ثانیاً ان نوآبادیاتی ممالک کی قومی بورژوا قیادت ابھی سامراج اور نئے نوآبادیاتی نظام کے غلبہ دار امریکا کی پوری طرح غلام نہیں بنی تھی۔ ابھی امریکی قوتوں کا بھینسا اس کی گردن میں نہیں پڑا تھا۔ اور ابھی اس قیادت نے جمہوری انقلاب سے غدار نہیں کی تھی۔ ابھی یہ قومی سرمایہ دار گمشدہ سرمایہ دار میں تبدیل نہیں ہوا تھا یا گمشدہ سرمایہ دار قومی سرمایہ دار پر حاوی نہیں ہوا تھا۔ بار دوسرے نقلوں میں اس قیادت نے ملک کو سامراج کے ہاتھ ابھی نہیں بچا تھا۔ لیکن وہ قیادت جس نے مکمل قومی آزادی اور جمہوری انقلاب کا نعرہ دے کر کروڑوں مزدوروں اور کلاں کو اپنے ساتھ ملا کر اقتدار حاصل کیا تھا۔ آہستہ آہستہ اپنے کمر کسٹہ پد لئے تھی۔

جمہوری انقلاب کو یہ تکمیل تک پہنچانے کی بجائے اس سے دستبرداری اختیار کی ملک کو سامراج کے ہاتھ بیچ دیا اور خود اس کے ایجنٹ بن گئے۔ اب یہ قیادت سامراج کے ہاتھ میں مکمل کھلتا بن گئی۔ اس کی اندرونی اور بیرونی پالیسیاں سامراجی اشاروں پر مکمل ہوتی تھیں۔ اور عوام کی نظروں میں ان کی حیثیت سامراج کے ساتھی بن گئی۔ اس بنا پر یعنی برائی قومی قیادت کے نئے کردار کی بنیاد پر اس کے متعلق روسیہ میں تبدیلی ناگزیر تھی ہے۔ اب یہ قیادت سامراج کی مکمل غلام ہونے کی حیثیت میں سامراج دشمنی کے کردار کی حامل نہیں رہی اور سامراج کے خلاف جنگ میں مدد نہیں کر سکتا۔ اس نے جمہوری انقلاب سے روگردانی کر کے اور عوام کے مفادات کو سامراجی مفادات کی بھینٹ چڑھا کر غدار کی کاشورت دیا ہے۔ اور اس کے خلاف جدوجہد دراصل سامراج دشمن جدوجہد کا ایک حصہ ہے۔ لیکن روس نے خصوصاً چیم سے ہرزہ شچیہ نے اقتدار سنبھالا تھا۔ وہ برائی پالیسی اختیار کرنے لگی۔ اور سامراج نواز نئے کردار کی حامل قیادت کو بدستور عوامی رہنمائی کی سند دے رکھی۔ روس کی اس غیر جدلیاتی اور انقلاب دشمن پالیسی کی بنیاد بتانے سے پہلے یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ نوآبادیاتی ممالک میں جن ترقی پسند حلقوں اور کمیونسٹ پارٹیوں نے شروع میں سامراج دشمن وسیع حکمت عملی کے تحت قومی سرمایہ دارانہ قیادت کی حمایت کی تھی۔ انہوں نے اس قیادت کے نئے



# نکسل باڑی پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں

سرمایہ داروں کے ترجمان اخبار ”ڈان“ کراچی نے اپنے نامہ نگار مقیم لندن جناب نسیم احمد کے حوالے سے ۲۶ اپریل کو منعقدہ اوّل بریک خبر شائع کی ہے جس کے مطابق بھارت کے نکسل باڑی کاؤں نے نام نہاد منہجہ دیش تحریک کو سامراجی سازش قرار دیا ہے اور اس معنوں کے پوسٹر کلکے کے ٹکڑے بازاروں میں لٹکائے ہیں۔ نکسل باڑیوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ جماعتی طور پر مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا ڈٹ کر بغاوت کریں گے۔ اسی جنم میں بتایا گیا ہے کہ سابق بھاشانی نیب کے رہنما جناب محمد طرہ نے نام نہاد منہجہ دیش کی پاکستان دشمن تحریک سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے ان کا موقف یہ ہے کہ مشرقی پاکستان نے عوام کا مغربی پاکستان کے عوام سے کوئی تضاد نہیں، بلکہ ان کا تضاد پاکستان کے جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ استحصالی نظام سے ہے۔

یہی خبر کراچی کے اسلام آباد اخبار ”جنگ“ نے ۲۷ اپریل کی اشاعت میں منعقدہ بر شائع کی ہے۔ ”جنگ“ کی پالیسی سے آپ واقف ہیں۔ اس کے مالک کراچی میں بہاجرین کی ایک قومیت کو زندہ رکھنے اور پاکستان میں امریکی مفادات اور طرز تجارت کی حفاظت کو ملاح دارین کا راز جانتے ہیں۔ بھارت سے کمتر دوسرے نظریہ مزدوشن اخبارات میں جو معمولی مفادات پر زنی اختلالات کے باوجود علما ان ہی دونوں اخباروں کا پس منظر وہ مزدوشن ہیں۔ ایک بات ان میں واحد ہے یعنی پاکستان کے عوام سے لاتعلقی اور پاکستان کے تاریخی تقاضوں سے بے خبری اور یہ ان کی ہمت میں کبھی دھکا چھپا نہیں رہا۔ اگر ان اخباروں نے نکسل باڑیوں کے بارے میں یہ خبریں دی ہیں تو ظاہر ہے کہ جمہوری صورت میں دی ہیں۔ خوشی سے نہیں دیں۔ لیکن حقیقت کو کوئی کب تک چھپا سکتا ہے۔

جیسا کہ اوّل کے لندن نامہ نگار نے لکھا ہے کہ مشرقی پاکستان اور مغربی بنگال کے کاؤں میں متحدہ اور آزاد بنگال کی تحریک اُبھرے گا سوال بنی پیدائنی ہوتا۔ مغربی بنگال کے نکسل باڑی اپنے صوبے میں بھارتی نوپس کو ایک ایسی طاقت سمجھتے ہیں جسے دہلی کے کانچین نے بنگالی آزادی کو پیٹھ میں رکھنے کے لئے واپس کر رکھا ہے۔ وہ متحدہ بنگال کے تصور کے تحت خلافت میں اور مشرقی پاکستان کی پاکستان سے علیحدگی کی کبھی حیات نہیں کریں گے۔ یہ بات اب نسیم احمد نے ”ڈان“ میں لکھی ہے جسے جنگ نے بھی دبا چھپا کر چھاپ دیا ہے۔

مغربی بنگال کے نکسل باڑی کا بھارت میں حق و صداقت کی ایک آواز ہیں۔ پاک بھارت تنازعات میں پاکستان کے موقف کو سچ سمجھتے ہیں اور بر ملا اس کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے حامی ہیں اور بھارت کو غاصب جانتے ہیں۔ اعلان ناشقہ ان کے نزدیک ایک سامراجی سازش ہے۔ ان کا معبر اخبارات کی عوام دشمن جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ لوکر شاہی اور سامراجی حکومت سے ہے جو ہر ایک ملک کے لئے مستقل خطرہ بنی ہوئی ہے۔ وہ اس کے ڈھانچے کو انقلابی تشدد سے توڑنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کے لئے ان کے دل میں حق و انصاف اور تسلیم و رضا کے سوا کوئی جذبہ نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ بھارت مشرقی پاکستان میں مسلح افواج بھیجے۔ وہ مغربی بنگال میں اندرا داسورن سنگھ کی جارحانہ کارروائیوں کی مزاحمت کر رہے ہیں۔ نسیم کی بات یہ ہے کہ ہمارے اخبارات میں ایک مدت سے ان کے خلاف پروپیگنڈا جاری ہے۔ اسلام آباد اخبارات نے ان کو غواہی لیک کی غذا دی ہے خواہ مخواہ بلوٹ کر نے کی کوشش کی۔ اہل بات اُتھتے کہ ان اخبارات کے مالکوں کو پسند نہیں کہ بھارت

میں بھی سرمایہ داری اور جاگیر داری نظام شکست کھائے، کیونکہ اس سے پاکستان کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے پھیلے ہوئے رشتے خطرے میں پڑ جائے ہیں۔ پاکستان میں مراعات یافتہ طبقوں اور ان کے دلال روسی تر مسم لہندوں نے ہمیشہ بھارت سے کنفیز رشتہ بنائے اور عالمی سیاست میں چین کے خلاف فوجی اتحاد کر کے کی درپردہ اور کھلم کھلا کوششیں کی ہیں۔ بھارت کے سرمایہ دار پاکستان کے سرمایہ داروں سے اتحاد چاہتے ہیں۔ مگر پاکستان کو گزور کر کے کے بعد تاکہ بھارتی سند کیجٹ اور بینک میں مائی کر سکیں۔ پاکستانی اور بھارتی سرمایہ داروں دونوں ملکوں میں برابری تحریک کی مخالفت کرتے ہیں جو سرمایہ دارانہ نظام کے لئے خطرے کا باعث ہو کیونکہ اس طرح ان کے زیادہ دولت کمانے کے خواب چکا چور ہو جاتے ہیں۔

لندن نامہ نگار رورٹ کے مطابق محمد طرہ صاحب نے نام نہاد منہجہ دیش کی پاکستان دشمن تحریک کی جو مخالفت کی ہے اس کا غیر مقدم کرنا چاہئے۔ یہ پوری خوش آئند بات ہے کہ مشرقی پاکستان کے سوشلسٹ طبقے اس مسئلے پر اتنی اشتیاقات ظہور کر رہے ہیں۔ ان کی شجہ میں۔ بے شک شیخ حمید اور ان کی پارٹی نے ان کی شجہ میں لیکن ان کے پاس عوام کے مسائل کے حل کے لئے کوئی اقتصادی پروگرام نہ تھا اور ایک سوشلسٹ معیشت ہی مشرقی پاکستان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اگر وہاں ایسا قیادت پیدا ہو جائے جو قوم پرست بھی ہو، وطن دوست بھی ہو اور ساتھ ہی سوشلسٹ بھی ہو تو یہ پوری مبارک بات ہوگی۔ ہمیں امید ہے جہاں غواہی لیک سے تعلق رکھتے رہے ارکان اسمبلی حمید سے بریت کا اظہار کر کے سامنے آئیں گے وہاں سوشلسٹ قیادت بھی سامنے آئے گی۔ اور پھر ایک وقت آئے گا کہ سوشلزم کے مشترکہ پروگرام کے تحت پورا پاکستان شاندار ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائیگا۔

## بقیہ چین اور روس کی پالیسی

کرمار کے بعد بھی اسی کی تائید و حمایت جاری رکھی۔

اس قیادت کو عوامی رہنمائی کا درجہ دیا گیا۔ اسی کے اقتدار کو جو کہ انقلاب سے مراد غذائی اور سامراج کے ہاتھوں صاف کھانا تھا۔ قومی جمہوری انقلاب کی تکمیل سمجھا گی۔ اور اسی کی اندرونی و بیرونی پالیسی کی غیر مشروط حمایت کی گئی۔ جب ہم ان مالک کی قیادت کے بارے میں روس کی موجودہ پالیسی کی بنیاد کا ذکر کریں گے۔ تو اسی کے ساتھ ان مالک میں ترقی پسند اور کمیونسٹ حلقوں کی روس لازمی کا سبب بھی منظر عام پر لایا جائے گا۔

شمالی کی وفات کے بعد سامراج کے ساتھ روس کی سمجھوتہ باز پالیسی کا بنیادی سبب روس میں ایک ایسے طبقے کا برسر اقتدار آجانا تھا جو شیروں، تکنیکی مارین شاشی اور ادبی دانشوروں اور دوسرے اہمیت ورون پر مشتمل ہے۔ اس طبقے کی خاصیت نہ صرف یہ ہے کہ اس کے مفادات محنت کش طبقے سے متصادم ہیں بلکہ ان کے مفادات میں بیرونی تجارت، لین دین، اسلحہ کی فروخت اور سیردنی امداد کی صورت میں دوسرے مالک میں سرمایہ کاری سے اضافہ ہوتا ہے اس لئے

روس کی موجودہ قیادت کی جانب سے تیسری دنیا کی موجودہ قیادت کے ساتھ بخاری، دفاعی اور معاشی روابط پر اصرار اندرون ملک اس طبقے کے مفادات کی خاطر ہے۔ انقلابی نظریے کی اصطلاح میں اندرون ملک اسے ترمیم



ہندی کہا جاسکتا ہے۔ اور خارجی طور پر اسے موصل سامراج کا نام دیا جاسکتا ہے۔ نواز احمد مالک کی سامراج نواز قیادت کی روس کی طرف سے حمایت انقلابی تحریکوں کی مخالفت اور ایسے حلقہ اثر میں عوامی اُبھار کے خلاف اقدامات اس پالیسی کا مظہر ہیں۔ لیکن اس کی بنیاد اور وجہ روس کے اندر سخت کشن کے راج کو ختم کر کے اپنی آمریت قائم کرنا تو اسے مراعات یا نفع طبقے کے مفادات کا تحفظ ہے۔

آج روس نے دنیا کے ہر حصے میں واقع رجعت پرست حکومتوں سے اس نزع کے تجارتی اور مالی تعلقات قائم کر رکھے ہیں کہ ان کے نتیجے میں جہاں روس میں مراعات یافتہ سرسراقتدار طبقے کے مفادات اور بے ہوشی کے ساتھ ان رجعت پرست حکومتوں کو انقلابی بغاوتوں کے مقابلے میں تحفظ ملتا ہے۔ بلکہ روس اور امریکہ کی طرف سے اس انداز کے بل بوتے پر ان میں سے کئی ممالک نے توسیع پسند عزائم اختیار کر کے چھوٹے ممالک کی آزادی اور خود مختاری کو بھی خطرے میں ڈال دیا ہے۔ بھارت کی مثال بھارے سلسلے ہے۔ روس اس صورت میں چھوٹے ممالک کی آزادی اور سالمیت کی گارنٹی دینے کی بجائے بڑے اور توسیع پسند ملک کی پالیسی اور موقف کو تسلیم کر کے اس کی پالیسی ہاں ملاتا ہے۔ سیاست کے معنوں میں یہ محض حلقہ ہائے اثر کی بندر بانٹ ہے اور سامراجی ممالک کی بچی نشانی ہے۔ ان سامراج نواز ممالک میں خیر سرتی لیستوں نے روس کی اس پالیسی کو نہ مرن قبول کیا بلکہ اسے خوش آئند کہا اور اس طرح انہوں نے قومی جمہوری انقلاب کو پائے تحلیل تک پہنچانے کے بجائے اس سے غداری اختیار کر دی اور کسانوں کا راج قائم کر دینے کے بجائے یہ سرمایہ داروں اور بسیرہ دنی سامراج کے ایجنٹوں کے کاسہ لیس بن گئے اور ملک میں سامراج نواز قیادت کے استحکام کا سبب ثابت ہوئے۔

جس طرح روسی موصل سامراج کے فلسفے کی بنیاد روس کے اندر ایک خاص طبقے کے معاشی مفادات اور ان کے تحفظ کی خواہش ہے اسی طرح دوسرے ممالک میں روسی موصل سامراج کے اجنت یعنی ترمیم پسندوں نے اپنے مفادات اور ان کا تحفظ برقرار رکھنا سامراج نواز قیادت سے وابستہ کر رکھے ہیں۔ ان نام نہاد انقلابیوں نے انقلابی عمل اور نیکسے پر اپنی احبارہ داری قائم کر رکھی ہے اور یہ احبارہ داری سربراہان اور سامراج نواز حکومت سے غفلت نام ہے۔ ان میں سے بہت سے بڑے درجے کے موبع پرست ہیں جنہوں نے حکومت سے مل کر کافی مالی فوائد اٹھائے ہیں دوسرے لوگ وہ ہیں جو انقلابی عمل کو جہل نیا کی طرح کی بجائے میکانیکی انداز سے دیکھتے ہیں اور یہ قبول جاتے ہیں کہ انقلاب نواز کامیاب ہے اس میں قدروں کا تعین وقت اور درکار کا محتاج ہوتا ہے اور کوئی چیز حتمی نہیں ہوتی۔

روس کی اس پالیسی یعنی موصل سامراج پر عمل پیرا ہونے کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ بین الاقوامی سطح پر سامراج دشمن وسیع تر میذا کو نقصان اٹھاتا پڑا اور بعض ایسے رجعت پسند ممالک جو آبادی اور وسائل کے اعتبار سے ممالک سے بڑے تھے ان میں توسیع پسند اور جارحانہ پالیسیوں کو تقویت ملی۔ بھارت کی مثال لے لیجئے۔ روس بھارت کی موجودہ قیادت کو نہ مرن پر برصغیر بلکہ ایشیا کا ترجمان سمجھا ہے اور اس کا دعوایہ ہے کہ وہ بھارت کو اسلحہ امداد امریکی سامراج سے لڑنے کے لیے دے رہا ہے۔ لیکن عملاً اس کا نتیجہ بھارت کا چین اور پاکستان کے خلاف رد و زبر تھا ہوا احبارہ داری اور ملک کے اندر انقلابی قوتوں کو دبائے کی صورت میں نمودار ہوا ہے۔

روس کی موجودہ قیادت اور اس کی پالیسیوں کے نتیجے میں نہ مرن ان ممالک میں انقلابی تحریکوں کو نقصان پہنچا۔ بلکہ بین الاقوامی سطح پر سامراج دشمن وسیع تر میذا کو زور پر دیا۔ دوسری طرف ان ممالک میں ترمیم پسند پارٹیوں نے نہ مرن انقلابی راستے سے دستبرداری اختیار کی بلکہ انقلابی عمل کے متعلق خیالانہ اور معاندانہ رویہ اختیار کیا۔ تیسری دنیا کے ممالک کے بارے میں جہاں تک چین کی پالیسی کا تعلق ہے اس کی بنیاد وچیزوں

پر ہے۔ ان ممالک کی آزادی اور سلامتی کا احترام اور ان کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت اور سامراج کے خلاف جدوجہد میں بھرپور امداد۔

چین نے اپنے اس موقف کی روشنی میں بڑے ملکوں کی طرف سے چھوٹے ممالک کی آزادی، خود مختاری اور سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کی کوششوں کی مخالفت کی ہے۔ سامراج نواز قیادت کے ساتھ کچھ جوڑی بجائے سامراج کے ساتھ ان ممالک کے تضاد کی روشنی میں سامراج دشمن اتحاد قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ چین کی اس پالیسی کا نتیجہ نکلا ہے کہ سامراج دشمن میذا کو تقویت پہنچی ہے، انقلابی قوتوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے اور بڑے ممالک کی طرف سے چھوٹے ملکوں کی علاقائی سالمیت کو خطرے میں ڈالنے کا امکان کم ہوا ہے۔ بھارت اور پاکستان کے بارے میں چین کا موقف اس پالیسی کا صحیح مظہر ہے۔

## بقیہ یکم مئی

جدوجہد کوئی پڑتی ہے۔ یکم مئی ۱۹۸۶ء کے شہیدوں، ۱۰ تخیل، فشر، پرنسز، اسٹار اور ان کے ساتھ شہید ہونے والے بہت سے رفیقوں نے محنت کش طبقے کو سرمایہ داروں کے ظالمانہ اقتدار سے نجات حاصل کر نیکے لئے جدوجہد کرنے کا پابلیاں جذبہ و حوصلہ عطا کیا ہے۔

سرمایہ دار طبقہ اپنے سرمائے میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا چاہتا ہے اس مقصد کیلئے وہ محنت کشوں کو ہر ممکن حد تک لوٹتا ہے۔ حرکت اور بد سے بہتر کی جانب ارتقاء سماج کا ایک عام قاعدہ ہے۔ نئے آلات پیداوار اور سامانسی تحریات پیداواری عمل میں مصروف محنت کشوں کے تحلیات میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ طبقاتی کشش روز بروز شدت اختیار کرتی جاتی ہے اور محنت کش طبقہ پیداواری طاقتوں کو برائے سماجی نظام سے آزاد کر کے ایک نیا سماجی نظام نافذ کرنے کی جدوجہد کو تیز کر دیتا ہے۔ یکم مئی کی تحریک بھی انہیں حالات کا نتیجہ تھی۔ ننگا کو کے مزدور جو سولہ سولہ اور اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتے تھے، انہوں نے ایک گولیل عرصے تک ظلم و استحقاق کا شکار رہنے کے بعد یکجہ لیا تھا کہ سرمایہ داروں نے محنت کشوں کو غلاموں سے بدتر حالت میں رکھا ہوا ہے اور یہ حالات خود سے تبدیل نہیں ہونگے۔ حالات کو تبدیل کرنے کے لئے سرمایہ داروں اور ان کے لوٹ کھسوٹ کے نظام کے خلاف ایک جمہور لڑائی لڑنا ہوگی۔

اس لڑائی کے دوران ننگا کو کے محنت کشوں نے اپنے پرچم کو سرنگوں کر کے، اپنے خون میں ڈبو کر سرخ رنگ دے دیا تھا۔ بعد میں یہی پرچم محنت کش طبقے کا علامتی اور انقلابی پرچم بن گیا۔ اور دنیا بھر کے محنت کشوں نے اس امر کا اعلان کیا کہ وہ مئی تحریک کے شہیدوں کے نقش قدم پر چلنے ہوئے مزدور طبقے کے اجتماعی تضاد کے حصول کے لئے اپنے خون کی قربانیاں دیتے رہیں گے اور مئی تحریک کے شہیدوں کے بلند کئے ہوئے سرخ پرچم کو ہمیشہ سر بلند رکھیں گے۔ یوم مئی کے موقع پر محنت کش اپنے اس عزم کی تجدید کرتے ہیں کہ وہ ظلم، استحقاق اور لوٹ کھسوٹ سے پاک نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ دنیا میں سب سے زیادہ سندھ، سب سے زیادہ اچھا سب سے زیادہ عظیم اور مقدس، سب سے زیادہ دلکش اور حسین لفظ "انقلاب" ہے۔ یہی وہ نظریہ اور مقصد ہے کہ جس کو عمل سے ممکنہ کرنے کیلئے دنیا کے بہت سے ممالک کے لاقدر انقلابی اپنی زندگی قربان کر رہے ہیں۔ مئی تحریک کے جہادوں نے اپنے خون سے خوشحال روشن کی تھی آج وہ پوری دنیا میں روشن ہو چکی ہے۔ محنت کش طبقہ اپنی آزادی کے مقصد کو یقیناً پا کر رہے گا۔ مئی تحریک کے شہیدوں کا خون بہانے والوں کے جانشین سرمایہ داروں سے تمام نسلوں کے نظام اور لوٹ کھسوٹ کا حساب لے لیا جائے گا۔



۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۱ء تک بلوچستان میں جو عہد وجود ہوا ہے وہ پاکستان کا تاریخ کا ایک اہم باب ہے پاکستان کے تمام صوبوں سے بچے میں بڑے اور اکابر کی غلطی سے سب سے چھوٹے صوبے بلوچستان کا اس عہد وجود کی نفسیات جو عام لوگوں تک پہنچی ہیں ان میں سے بیشتر غلط ہیں اور خصوص مفادات رکھنے والے ایک قسم کے عناصر اور دوسرے قسم کے عناصر کے معنی پر سوچنے کے کی حیثیت رکھتی ہیں یہ مخصوص مفادات رکھنے والے ایک قورہ سماراج نواز اسلام پسند عناصر ہیں جو لسانی و ثقافتی مبادیوں پر قوموں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اور ان عناصر کا دوسرا گروہ دوسری سوشل سماراج کے پاکستانی سماجی مشرک ہے جو عام و متمیز پرستش ان دونوں گروہوں نے جو ایک دوسرے کے بڑے ٹکڑے پر تمام استحقاق کے حوام و متمیز پرستش ان دونوں گروہوں نے جو ایک دوسرے کے بڑے ٹکڑے پر تمام استحقاق کے حالات کو غلام الناس کے سامنے اپنے گھناؤنے لمبا قاتی مفادات کی تکمیل کے لئے پروپیگنڈے کے طور پر پیش کیا۔

صوبہ بلوچستان جو ربع میں مغربی پاکستان کے تقریباً نصف کے برابر ہے اس کی آبادی تیس لاکھ کے لگ بھگ ہے گرجائی میں انڈیا آٹھ لاکھ بلوچی آباد ہیں اور سندھ کی تقریباً نصف آبادی بلوچوں پر مشتمل ہے یہاں قبیلہ ولری نظام ہے اور قبیلے کے سردار کی حیثیت کم و بیش ایک حاکم مطلق کی سی ہوتی ہے ویسے تو بلوچستان میں بہت سے قبیلے ہیں لیکن رند، ہوت، ملسی، مہنگل، مرہا اور گیل قبیلوں کا شمار بڑے قبیلوں میں ہوتا ہے بڑی قبیلے کے بہت سے ذیلی قبیلے ہیں جن میں زکمری، شاہوانی، قمبرانی، احمد زئی وغیرہ شامل ہیں بلوچستان کے کچھ حصوں مثلاً لورالائی، چمن، زہد، ہرنائی، خورت سندھ میں اور کوئٹہ مشرق میں چمن بھی بڑی تعداد میں آباد ہیں صوبہ میں معاشی ترقی نام کو نہیں ہے یہاں لاقاب کی نظام انتہائی فرسودہ اور سپانڈھیڈا رشتوں کی مانند گرتے ہوئے ہیں کارخانے نہیں ہیں صرف ہرنائی میں کنبوں کا انکب کارخانہ ہے منظم انداز میں زراعت کا وجود بھی نہیں ہے خوام کو نہ خالصے عناصر میں سرفار، جاگیردار کا خاندان کے مالک اور گھیلویوں کے تاجر شامل ہیں۔ محنت کش خوام، چھپروں، جڑیلوں، کھیتوں اور کالوؤں میں کام کرنے والے مزدوروں میں منقسم ہیں خوام کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے دو وقت کی روٹی بھی محنت کشوں کو نہیں ملتی یہاں فقیر تو فقیر ہی ہے مگر مزدور بھی فقیر نہاد کیلک ہے مزدور کے ذرائع بہت محدود ہیں حالانکہ بلوچستان تدریجی وسائل سے مالا مال ہے مگر زمین کو ہمارے ملک پر استعماری مشقوں کی حکمرانی ہے اس لئے وطن عزیز کے کسی بھی حصے پر مشمول بلوچستان ان وسائل کا درست استعمال ناممکن ہے۔

وہاں سے پانی جانے والی معدنیات میں کوئلہ، جیسم، ماربل، سوڈیئم، سیسہ، گنرہنگ  
وغیرہ شامل ہیں حال ہی میں چامچا اور والہ بندین کے علاقوں میں چاندی کا ذخیرہ بھی دریافت  
ہوا ہے تیل ملنے کی بھی توقع ہے تعلقہ کرمان میں تحصیل بلدیہ کے مقام پر کچھ سے قبل تیل ملا تھا  
لیکن بعد میں اس کی تلاش ترک کر دی گئی ان تمام معدنیات پر مختلف سرمایہ دار گروپوں کی اجارہ  
داری ہے ماربل پر برقی بخش نہری اور کوئلے پر سیف اللہ خان کی اجارہ داری ہے بہت سی  
دوسری معدنیات پر پنجاب کے سرمایہ داروں کا تسلط ہے نوکر شاہی کے کام کرنے کا اندازہ  
ہے کہ حکمرانیت نے کچھ عرصے قبل بلوچستان کی زرعی ترقی کے متعلق اعداد و شمار پر مشتمل ایک  
کتا بچہ شائع کیا جس میں دو کتابکی تھا کہ حکمرانیت بلوچستان کی نصف زمین کو قابل کاشت  
بنادیا ہے جبکہ اس عرصے میں ماسوائے چند چھوٹے مقامات کے کہیں بھی قابل کاشت زمینیں  
بہتر ترقی کے جو منصوبے بنائے گئے ان میں سے ایک بھی پورا نہیں کیا گیا گوادر میں مینے  
پانی کا ایک کنسٹرکٹر ازم ایک روپے اور بعض اوقات چار پانچ روپے تک مستحق اور اگر کبھی  
سنبھالے حکمران کی طرف سے پھیرو کو پھیل پکڑنے کے حال اور نا اہلیوں کے وہاں زراعت  
کے چاہاں تو نوکر شاہی کے کارندے یہ نسبتاً اسماعیلی طبقوں کے نمائندہ عناصر کو سیاسی

شہنشاہ کے طور پر مقیم ہوئے ہیں پہلے اہل گروہوں کے لئے لائسنس سسٹم بنایا تھا لیکن اب  
پھیل چکے ہوئے ہیں۔ لائسنس ضروری قرار دیا گیا ہے جس کے سبب پھیلنے والے کے نوکر شاہی  
کے کارندوں کو رشوت دینے بغیر بھیجی پکڑنا ناممکن ہو گیا ہے۔ لیکن انگو اور جونی، انڈیا کے اور  
گروہ وغیرہ کے ساحلی سمندروں میں بڑی مقدار میں بھیجی پائی جاتی ہے لیکن ان علاقوں کا شکریہ  
سرمایہ داروں کے پاس ہے اور وہ یہاں کے اہل گروہوں سے بہت کم کاموں میں بھیجیاں  
فروخت کرتے ہیں اور بڑے شہروں میں بھیجی کی قیمت میں فروخت کر دیتے ہیں  
بلوچستان میں کچھ بہت سہی ہے لیکن اسے محفوظ اور خشک کرنے کی صنعت  
بالکل نہیں ہے اس لئے نازہ کچھ اور کراچی نہیں پہنچ پاتی۔ اور پھر ہ سے ڈلوں  
میں بند کی ہوئی کچھ بڑی مقدار میں منگوائی جاتی ہے۔ بلوچستان میں قیام کا مناسب بہت کم  
ایوب مارشل لار کے نفاذ سے پہلے کچھ عرصے قبل خان قلات نے ریاست کی بجائی کے لئے  
کراچیک شروع کی تھی اس نے اپنی ریاست اور حاکمیت کی بجائی کے لئے قبائلی گورنری حکومت  
کے قلات اکسانا شروع کیا طالعجلوں کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کیا گیا۔ خان قلات کو  
۱۹۵۸ء کو تیرہ لاکھ روپے دیا گیا۔ ایوب مارشل لار کے نفاذ سے قبل سواتنگ میں ایک بڑے  
کافر فرن ہوئی اس میں کراچی اور سندھ کے مختلف حصوں سے بھی مزدور گئے تھے یہ کافر فرن  
ساتھ روزہ تھی اس کافر فرن کے دوران مارشل لاء لگ گیا اور بلا نتیجہ ختم ہوئی بعد میں  
سرمادوں نے اپنی مراعات اور سرداریوں کی بجائی کے لئے بلوچانوں میں خود میرسی کا پرچار  
شروع کیا۔ اور خود بھی کبھی کبھی گرفتار ہوئے حکومت سے باقاعدہ جھڑپوں کا آغاز ہوا قبائلی  
سرمادوں نے صرف اپنے مفادات کی نگہیں کئے بلوچستان کے محنت کشوں کو فروغ اور  
پولیس سے دانا شروع کر دیا اور اس طرح بلوچستان کے محنت کشوں کا فوج اور پولیس  
سے لھام کا آغاز ہوا۔

یہ جنگ اسماعیلی طہقروں کے دیگر دہریوں کے ماہرین جنگ تھی پاکستان کے بڑے سرمایہ دار جاگیردار اور گورنری طہقروں کے نمائندے اس جنگ میں تھے کہ پورے بلوچستان کے معاشی وسائل کا صرف اور صرف وہ اسماعیل کریں اور بلوچستانی کے اسماعیلی طہقروں کے عوام کی اہل کھوسہ کے جملہ حقوق اپنے نام محفوظ کر اچکی سازش میں لگے ہوئے تھے۔

اڑائی اس بات پر تھی کہ بلوچستان کے عوام کو نوٹے کا لبادیادی حق کس کو ملنا چاہیے ۱۹۷۲ء میں ملک میں انتخابات ہوئے تو بلوچستان کے کچھ افراد اسمبلی کے ارکان کی حیثیت سے منتخب ہو کر اسمبلی میں بیٹھے ان کی خواہش یہ تھی کہ سرداری اور اسمبلی کی رکنیت کے حوالے سے انہیں زیادہ مراعات دی جائیں اور ان کی معاشی و سیاسی حیثیت میں اضافہ کیا جائے ان کی اس خواہش کے برعکس سابق گورنر امیر محمد خاں نے کم مراعات دے کر بلوچستان میں اپنے چھوٹوں کا اکیب اور گروہ بنا کر کیا جن میں بی مختصر ہری اور دودا جاں وغیرہ شامل تھے بلوچستان کی تمام تر لڑائی مذکورہ دیگر دہریوں کے درمیان مندرجہ بالا مقاصد کی خاطر ہوئی۔

لیہ چستان کے فرائض پیدوار اور سیاسی اقتدار پر قبضے کے لئے اس حوالہ کے دو مختلف گروہوں کے درمیان کشمکش قوی ہو جیو جبکہ حکومت میں ظاہری سربازوں کے تمام اہلکار کی بھائی اور خان قلات کی بادشاہت کجاں کرتے تھے کچھ عناصر نے بغاوت کی کچھ لوگوں کو حکومت نے گرفتار کر کے انہیں بھجاسنی دی ۔ بھجاسنی دئے جانے والوں میں میر مستی خان موسیانی ، میر سئے خان ، زرنگ زئی میر غلام رسول پٹاری ، میر سبزل خان موسیانی میر ولی محمد زرنگ زئی میر سبزل خان اور حجام قبیلے کا ایک شخص شامل ہیں ۔ ان افراد میں سے بعض کو حیدر آباد جیل میں اور بعض کو سکھر جیل میں بندہ حوالی ۱۹۶۶ء کو بھجاسنی



دیکھی کہ کچھ لوگوں کو غرضیت کی سزا دی گئی ان کے نام یہ ہیں۔

نائب وزیر خزانہ زکریا (ان کا جیل جی میں انتقال ہو گیا) میر جلال خان، میر سید خان، زکریا میر سید محمد باغبانی، میر محمد عمر موسیانی، دل مراد خان بخاری، مراد خان میٹکل، کچھ عرصے قبل میر سید خان احمد کچھ دوسرے لوگ رہ کر رہ گئے ہیں۔ ان سب افراد کو سردار یوں اور مراعات کی بجائی کے سلسلے میں ایوب خان سے مل کر دیا تھا سردار دو داخان زکریا جو بی بی زہری کے توسط سے سابق گورنر امیر محمد خاں کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا اس نے ان سب کی نشاندہی کی اور ان کے خلاف تشدد کرنے میں حکام وقت کا اثر کرتا۔ قلات ڈویژن میں قبائلی کے سرداروں نے سرکشی کی تو ان پر بمباری کی گئی۔ جس کے نتیجے میں نواز اولیاء اور تقریباً چوبیس زخمی ہوئے وادی کراچ میں عید کے دن بمباری کی گئی جس سے چھپس افراد ہلاک اور ایک سو کے قریب زخمی ہوئے وادی کراچ میں دو گاؤں، ان کے نام کاکام اور دوسرے کا عید محمد گاہ دو لوگوں گاؤں جلا دئے گئے تیس ضروری کو سارو کے ایک قافلے پر بمباری کی گئی جو سندھ سے جھلا مان جا رہا تھا اس بمباری سے بھی متعدد افراد ہلاک ہو گئے چھپس ضروری کو وادہ مولا میں ایک قافلہ پر بمباری کی گئی یہ قافلہ بھی سندھ سے اپنے علاقے میں جا رہا تھا اس سے نصف افراد زخمی ہوئے اور کچھ بھی شامل ہیں ہلاک ہوئے ردعمل کے طور پر رومی میں ایک پاکستانی سپر جیٹ پر فائرنگ کی گئی یہ طیارہ کن دیر میں جا کر گر گیا۔

ایک سپر جیٹ اور ایک بی کو میٹر وڈ کے مقام پر گر گئے سب سپر جیٹ گرنے سے فلائنگ آفیسر علی سردار نقوی ہلاک ہو گئے ایک سرنگ کی تعمیر کے دوران قبائلوں کو پولیس سے تصادم ہوا اور یہ تصادم کافی دنوں تک جاری رہا منڈ پولیس اسٹیشن اور غن پولیس اسٹیشن پر قبائلیوں نے فائرنگ کی چند اور پولیس اسٹیشنوں پر بھی حملے ہوئے کچھ پولیس اسٹیشنوں پر پولیس اور قبائلیوں کے درمیان نہ صرف لڑائی ہوئی بلکہ واپس کے وائر پولیس سٹیٹ توڑ دئے گئے اور سپاہیوں کو لاشیں مار مار کر واپس سے بھگا دیا۔ لکی پاران، وڈ گاؤں، وڈ تحصیل، سادینہ، سولابی اور کراچ میں چار یا پانچ روز کی لڑائی کے بعد چکیوں سے پولیس والوں کو بھگا دیا گیا سارو وڈ پر پولیس اور قبائلیوں کے درمیان تصادم کے نتیجے میں سب سے پولیس کے جوان ہلاک ہو گئے میٹکل قبیلے کے علاقے کو سندھ سے ملانے کے لئے ایک سرنگ تعمیر کی گئی جس کا مقصد میٹکل قبیلے کو محصور کرنا تھا لوگوں نے اس کی مخالفت کا ایک سو انہوں نے پولیس پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں تقریباً ۱۹ افراد ہلاک ہو گئے۔

اس ضمن میں خان قلات کا ذکر کرنا مناسب نہ ہوگا۔ کوئٹہ سے نئے مل دور قلات میں خان معظم میر احمد خان کا عظیم الشان محل واقع ہے پاس ہی مٹی کے کچے مکانات اور گھاس بھوس کی چھوڑیاں اپنی لپٹی اور کتری پر لڑ خاں ہیں اس سے تیرہ سال قبل جب عام انتخابات کا شور مچ رہا تھا تو خان معظم نے ایک موقع پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا "ریاست قلات کو دوبارہ زندہ کرنا ضروری ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو ناسلبدہ عناصر صورت حال سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عوام کو حکومت کے خلاف جھڑکانے کی کوشش کریں گے" ہم تو بالکل حیران رہے دی کے اصول کے حامی ہیں اور نہ یہ پسند کرتے ہیں کہ عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا جائے اور ۷ ستمبر ۱۹۷۹ء سے قبل خان معظم تنہا ہی محل میں اعلان کیا کہ "مضبوط کریم کی مضبوط پاکستان کا مامن ہے اور اسی نے میں پاکستان مسلم لیگ قیوم گروپ کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہوں۔"

۱۹۷۹ء میں خان معظم نے اس طرح چلا بل لیا تھا خان معظم کی سوس اقتدار کا یہ عالم ہے کہ کچھ عرصے قبل انہوں نے کراچی کے ایک استقبالیے میں نظر فرم کر کے ہوئے کہا کہ اگر مجھے اقتدار سونپ دیا جائے تو میں صرف تین ماہ میں پورے پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کروں گا قیام پاکستان سے قبل بلوچ ایمپائر کا خواب استحقاقی عناصر دیکھ رہے تھے ابھی بلوچ سلطنت کا مسئلہ موضوع بحث تھا کہ پاکستان کی تشکیل ہو گئی اور اس سلطنت کا خراب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ خان معظم اس اقدام سے خوش تھے لیکن ایک یونٹ کے نفاذ کے بعد ریاستی حکمرانوں کے اختیارات سلب کر لئے گئے مگر قلات کے حکمران ریاست کی بجائی کے لئے کوشاں رہے۔

اس جدوجہد میں ان کے شریک سفر جھالا مان اور ساروالاں کے سردار بن گئے۔

یہ سرگرمیاں اسی جاری تھیں کہ ۱۹۵۸ء میں ارشل لاؤنڈ ہوا خان معظم کو گرفتار کر دیا گیا حکومت کے اس اقدام نے خان معظم کو عوام کی نظروں میں ہر روز بڑھا مگر ایک روز خزانہ کی سابق صدر ایوب خان اور خان معظم کے درمیان تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے ہیں انہیں رہ کر دیا گیا اور سابق مراعات سے نوازا گیا بعد میں انہوں نے گورنر مغربی پاکستان کے مشیر کا عہدہ قبول کر لیا تو اب نواز خان زکری کے قبیلے کے وہ امرا جنہیں بھائی دیکھی خان قلات کی سلطنت کی تشکیل کے لئے جنگ کر رہے تھے۔

بلوچستان کی سیاست میں سردار اکبر خان گجک مار داری خاصا دلچسپ ہے کچھ عرصے قبل سردار گجک نے اپنے چچا کو قتل کر دیا تھا اور اس سبب انہیں غرضیت کی سزا دی گئی تھی۔ بعد میں انہوں نے ایوب خان سے رحم کی اپیلی (MERCY PETITION) جس کے بعد رہ کر دیا گیا۔ اس جرم میں لوٹ ہونے کے سبب اکبر خان گجک کسی سیاسی جماعت یا اسمبلی کے رکن بننے سے اہل نہیں اور حقیقت یہ کسی سیاسی جماعت کے باغیہ رہ کر بھی نہیں ہیں۔ لیکن علامہ نیپ ونگرپ کی ترجیح کرتے ہیں اور اس حکمت کرتے ہیں کہ معتد و مرتبہ انہوں نے نیپ مغربی پاکستان کے جہز سرکاری غوث بخش بڑو کے بیانات کی تردید کی۔

وہ تمام سردار جو ایوب خان کی آمریت ختم کرنے کے لئے جان کی بازی لگایا اعلان کرتے تھے اور ساتھ ساتھ سرداری نظام کی مخالفت کرنے کے بعد بھی واپس نہ گئے ان سب کی سواہیا ایوب خان کی آمریت کے دوران ہی ایوب خان کے ایک چچو سابق گورنر موسیٰ خان نے کمال لیں۔ اور انہیں حکومت کی جانب سے وظیفہ عظمیٰ دیا۔

سرداری نظام کی آفر یہ کیسی مخالفت ہے کہ وہ گروپ جن کی سرداریاں ختم ہو چکی تھیں اس نظام کی مسلسل مخالفت کرتے کرتے دوبارہ سردار بن گئے اور جب سے ان کی یہ حیثیت بحال کی گئی اور انہیں وظیفہ ملنا شروع ہو گیا اس وقت سے ہی مرکزی حکومت سے ان کا اختلاف بھی ختم ہو گیا۔ بلوچستان کے ایک سردار نے جو سردار بننے قبل اس نظام کی شدید مخالفت کرتے تھے لوگوں کے اصرار پر کہ میں سرداری نظام کا مخالف ضرور تھا اور ہوں لیکن اس سے میری مراد یہ ہے کہ گورنری سرداروں کو ختم کیا جائے میٹکل قبیلے کے علاقے کے گتے والی سرنگ جس کی تعمیر کے سلسلے میں پولیس اور قبائلیوں کے مابین خون آشام تصادم ہوا تھا سابق گورنر موسیٰ خان نے اس کی تعمیر کا تنقید نیپ ونگرپ کے رہنما عطا اللہ خان میٹکل کو دے دیے یہاں یہ بتانا بھی دلچسپ ہے خالی رہ کر کہ وہ سردار جن کی اپنے قبائل پر پوری گرفت ہے اور انکی اطلاع و اجازت کے بغیر ان کے علاقے کو کوئی گند نہیں ملتا وہاں یقیناً گونگ نامی منہ بولا لنگ کافی عرصے سے بددین رہا اور پھر کچھ عرصے بعد بلوچستان سے پاکستانی سرحد پار کر کے ایران چلا گیا۔

سردار عبدالعہد خان اچکزئی نے حال ہی میں پنجو خواہ نیشنل عوامی پارٹی دلی گروپ۔ قائم کر کے یہ نیا مطالبہ پیش کر دیا ہے کہ حزب دلائی فورٹ سنڈیپی اور لپشیں کے ان علاقوں کو جہاں پنجون آبادی کی اکثریت ہے ہمارے سرحد میں شامل کیا جائے اور پھر اس پورے علاقے کا نام پنجوستان رکھا جائے اچکزئی کا مقصد بلوچ سرداروں پر دلائی فورٹ اس سسٹنٹ کے ذریعے اپنے لئے دائر مراعات حاصل کرنا ہے۔

نیشنل عوامی پارٹی (دلی خان گروپ) میں گئے ہوئے دوسری سرحدی سامراج کے گماشتے جو خود کو حقیقی سوشلسٹ کہتے ہیں انہوں نے قوم پرست "سرایا دادوں، جاگیر دادوں اور سرداروں (چھوڑنا نہیں) جسے سندھ اور پنجوستان کو ترکیب کے حامل اور بلوچستان کے سرداروں سے تو گھٹ جڑ کر رکھی کھپائی لیکن ان کا ملک کے مسئلہ امر کی سامراج نواز اجارہ دار سرمایہ داروں سے گھٹ جڑ بھی نہیں۔ ایوب خان کے دور حکومت میں جو بڑو نے پہلی کے انتخابات میں حصہ لیا تو مشہوری آئی اے ایجنٹ یوسف لارڈن نے ان کی کھلی پشت پناہی کی اور اپنے ہی قبیلے کے ایک بڑے سرمایہ دار حافظ حبیب خان پراچہ کے قہقارے میں بڑو کے لئے مدد پانچ کی طرح سہا گیا یہاں تک کہ اپنی جمعی جاعت (مسلم لیگ) کے نامزد امیدوار کی مخالفت اور پارٹی کو سپین ڈرنے کے جرم میں باروں جیلی کی وزارت کا بھی غائب ہو گیا۔ حالیہ انتخابات میں بڑو اور میٹکل کا بیشتر انتخابی



خرچ بارون منیل، امیر علی قیس اور حبیب اللہ خاں پر اپنے برداشت کیا ہے حبیب اللہ خاں کے بیٹے سیف اللہ خاں پر اپنے برداشت کیا ہے بلوچستان میں کوئی کانون کاٹھک ہے ان سب سرمایہ داروں کا پیلیز پارٹی سے ان بن ہے اور انہوں نے اس جذبہ کے پیش نظر کہ اگر پیلیز پارٹی کی حکومت نے سڑک اور نجی بینصندوق کو قومی ملکیت میں لے لیا جہنصندوق پر بھاری جیکسوں کا نفاذ کیا تو انہی صورت میں وہ بلوچستان میں سرمایہ کاری کریں گے ان اجارہ داروں نے اس عقیدے کے تحت ان نام نہاد سوشلسٹوں کا پشت پیاز کی ہے نیپانے گواہ کو فری پورٹ بنانے کا وعدہ کیا ہے اور علی السید میں حب اور اٹھل کے مقامات پر صنعتی علاقے قائم کئے جہاں سے پٹرول خاں نے ان سرمایہ داروں سے وعدہ کیا ہے کہ بلوچستان میں سرمایہ کاری کرنے پر انہیں طویل عرصے کے لیے جیکسوں پر چھوٹ دی جائے گی جہنصندوق کو قومیت کا نعرہ لگاتے ہوئے یہ نام نہاد سوشلسٹ بھی جہنصندوق کو فروغ دے کر عوام کو یہ کہہ کر بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جہنصندوق قائم ہو جائے وہ جہنصندوق کے قیام کے لیے سرمایہ داروں کو جیکسوں پر چھوٹ دینا ضروری ہے اس سے بلوچستان ترقی کرے گا اور عوام کو مددگار ملے گا بعد میں ان جہنصندوق کو قومی لیا جائیگا بلوچستان میں بیرونی نوکریاں اور اجارہ دار سرمایہ داروں کی نمائندگی مسلم لیگ قریب کر رہی ہے۔

ان حقائق اور تفصیلات کے پس منظر میں بلوچستان کی قومی جدوجہد کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے پاکستان کے اجارہ دار جاگیردار اور گمشدہ سرمایہ دار اور نوکریاں جیسے عوام دشمن ہیں انہوں نے تیس سال سے ملک بھر کے محنت کشوں کو دلوں کا جھوٹ لٹا رہے ہیں اور ان کے نمائندوں غلام محمد، چودہری محمد علی، اسکندر زہرا اور ایوب خاں نے عوام پر جس قدر مظالم کئے ہیں اور عوام کا فتنہ خون بہایا ہے اس کی تفصیل بہت طویل ہے اور یقیناً یہ عناصر قابل مذمت ہیں عوام ان جھٹکیوں اور لوٹ

کھسٹ کرنے والے ان عناصر کو وقت آنے پر پوری سنا دیں گے لیکن بلوچستان کے یہ استعماری عناصر جو خود کو عوام کا بھروسہ اور نمائندہ کہتے رہے اور نظارہ عوام کی ہمدردی لیکن درحقیقت اپنے طبقاتی مفادات کی تکمیل کے لئے ان اجارہ داروں اور بڑے سرمایہ داروں جاگیرداروں کو نوکریاں کے نمائندوں سے لڑتے بھی رہے ان کا اصل چہرہ اس تحریک کے بعد ظاہر ہو گا میں بے نقاب ہو گیا ہے اور بلوچ عوام اور خصوصاً طلباء ان سے موقع پرستہ کر دار کو بھی چکے ہیں بلوچ عوام نے جو قربانیاں دی ہیں وہ یقیناً عظیم الشان اور لائق قدرت ہیں لیکن اس تحریک کی قیادت کو لوگوں کے ہاتھ میں بھی انہوں نے عوام کے خون سے غداری کرتے ہوئے شہیدوں کی قربانیوں کو رائیگاں کر دیا جن طبقوں کے خلاف وہ جدوجہد کے مدی تھے انہیں سے انہوں نے گھوڑ جو کر لیا اور قومی خود مختاری کی تحریک کی قیادت کے طور پر انہوں نے اس حرکت کے لیے اپنا عوام دشمن مفاد حاصل کر لیا درحقیقت آج کے دور میں کسی بھی قومی خود مختاری کی تحریک استعماری لدیوں کی قیادت میں بھی کامیاب ہو سکتی ہے۔ قومی خود مختاری کی تحریک صرف محنت کشوں کی قیادت میں ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ پاکستان کی مختلف قوموں کے درمیان حقیقی اتحاد، یکا نگت، مکمل جمہوریت اور مساوات قائم ہونے کا صرف ایک ذریعہ ہے کہ تمام قوموں کے محنت کش عوامی جمہوری انقلابی تحریک کی زیر قیادت مزدوروں، کسانوں، دانشوروں اور قومی سرمایہ داروں کا ایک وسیع تناظر انقلابی متحدہ محاذ قائم کریں اس متحدہ محاذ کے زیر اثر تمام محکوم قوموں کو منظم کیا جائے اور ایک طویل کھن جبر آزما اور پریچ انقلابی جدوجہد کے ذریعے وطن عزیز میں عوامی جمہوری قومی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے سرمایہ داروں کی استی فوجا پر جب تک موجود ہے اس وقت تک مختلف قومیتوں کے مابین مساوات جمہوریت اور حقیقی اتحاد ناممکن ہے صرف عوامی جمہوری ریاستی کو صحت پر ہی تمام ملک کے محنت کشوں اور تمام قومیتوں کے مسائل کے حل کی واحد ضمانت ہے بلوچستان میں یہ تمام سرمایہ داروں کے رہنماؤں کی پچھلی جنگ میں یہ قیمتی تجربہ مزدور حاصل ہوا ہے کہ میسج اور غلطی کی تصویر ہو گئی اور آئندہ جب بھی عوامی جنگ شروع ہوگی تو ان غلطیوں کی تکرار نہ ہو سکے گی۔

بلوچستان کے عوام نے اس تحریک کے دوران اپنے بھائیوں اور اپنی مقدس سرزمین کو اپنے خون سے لالہ زار کیا ہے ان کی قربانیاں عظیم ہیں انہوں نے اپنے مسائل کے حل کے لئے قربانیاں دی تھیں لیکن بلوچستان کے استعماری طبقوں کے نمائندہ عناصر نے ان کی قربانیوں سے اپنی سروسے بڑی کی تکمیل کی۔ تمام محکوم طبقوں اور محکوم قوموں کی آزادی اور لوٹ کھسوٹ کے خاتمہ کا صرف ایک ہی راستہ ہے محنت کش طبقے کا سیاسی خود پسند کر کے ملک کے پانچویں مفید عوام کو انقلابی جدوجہد کے لئے ابھارا جائے اور محنت کش طبقے کی قیادت میں عوامی جمہوریت نافذ کی جائے آج کے دور میں صرف محنت کش طبقہ ہی محکوم قوموں کو آزادی دلانے کا اہل ہے۔

# سُلطان ابوظہبی الف لیلیٰ کی داستان دہرا ہے ہیں

یگانہ چلستان میں سلطان ابوظہبی اور ان کی شکا  
ہم کسی قانونی مداخلت پر رواہ کے بغیر شکار میں مصروف ہے ان کے شب و روز پاکستانی قوانین سے جاوید عیش میں گزرتے ہیں اور پاکستان کے بڑے بڑے بینک ان کے لئے یہ ”سہولتیں“ فراہم کرتے ہیں، رجم پارخاں سے بندرہ میل کے فاصلے پر ایک گرڈ روڈ پر ایک لاکھ سے تعمیر شدہ محل مکمل ترین عمارت گدہ ہے، لاہور کے ہفت روزہ پنجاب پنج ”کے مطابق پنجاب یونیورسٹی کے میوزیم آف نیچرل ہسٹری کے کیورٹر جناب زید بی مرزا نے چلستان کا تفصیلی دورہ کرنے کے بعد حکومت کو رپورٹ پیش کی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ چلستان میں سلطان ابوظہبی کے عمل میں عیاں کے تمام لوازمات موجود ہیں یہاں بھلی اور پانی کی بھی تمام سہولتیں مہیا کی گئی ہیں، سلطان کی حرم سرایں لاہور، کراچی اور چلستان کے علاقے کی بے شمار عورتیں موجود رہتی ہیں اور سلطان ان کے ساتھ الف لیلیٰ کی داستان دہرا ہے ہیں اور پاکستان کے ایک بڑے بینک کے اعلیٰ افسر ہر وقت سلطان کی خدمت میں موجود رہتے ہیں تاکہ سلطان کی ضروریات پوری کی جاسکیں۔ اور یہ سب کچھ صرف زرمبادلہ کمانے کے لئے کیا جا رہا ہے۔

رپورٹ کے مطابق سوافر پرنسٹن سلطان کی شکار پارٹی اس علاقے میں ”تلور“ شکار کا کھیل رہی ہے یہ جانور موسم سرما میں افغانستان اور روس سے مغربی پاکستان کے مختلف حصوں میں آتے ہیں۔ اگر آئندہ سال بھی یہ شکار جاری رہا تو پورے علاقہ میں ”تلور“ بلکہ دوسرے جانور بھی تھم ہو جائیں گے۔ مشر مرزا نے حکومت سے یہ شکار ختم کرانے کی اپیل کی ہے، رپورٹ میں شکار کا طریق کار بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ شاہی جماعت تندوف کی بجائے ”شکار“ سے شکار کرتی ہے۔ بیسج کو ساتھ ”شکرے“ لائے اور ۱۵ جنوری تک شکار کھیلنے کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن درحقیقت شاہی جماعت اپنے ساتھ ڈیڑھ سو شکرے لائی ہے۔ پاکستان کے قوانین کے مطابق کوئی شخص ایک سے زیادہ شکرے سے شکار نہیں کھیل سکتا۔ لیکن یہ پارٹی دو دن ڈیڑھ سو جانور شکار کرتی ہے جبکہ شیخ خود روزانہ فے جانور شکار کرتے ہیں لیکن مقامی کام ان کے خلاف کسی کاروائی سے محروم ہیں۔



# اسلام پسند سیٹھ کی مزدور دشمن سرگرمیاں

## احمد حلوہ مرحنٹ میں یونین کے عہدیداروں اور کارکنوں کے برطرفی

اس نے مزدوروں سے مختلف دلوں کے نام سے جبکہ نیکر بھی بہن کیا ہے مزدوروں سے دو سال سے زائد عرصے سے سوشل سیکورٹی اسکیم فنڈ کے نام سے تنخواہ کا دو فیصد حصہ ہر ماہ کاٹا جاتا رہا اور تقریباً ڈیڑھ سال تک یہ فنڈ انتظامیہ سبھم کرنی رہی۔ اور اسلام پسند مالکان مزدوروں کی خون پیسے کی کمائی کو لوٹ کر اپنی اسلام پسندی اور مذہب سے محبت کو تسلیم کرائے کے لئے مزدوروں کی غصب شدہ رقم سے شام روز منائے رہے یہ شام روز کی تقریبات مسلسل باقاعدگی سے ہوتی ہیں جن میں شہر کے نام نہاد معززین اور اسلام پسند شرکت کرتے ہیں۔ اور احمد کراچی حلوہ مرحنٹ کے مالکان کی اسلام دوستی کی داد دیتے ہیں۔ جبکہ تقریریں ہوتی ہیں۔ اور پھر شام روز کا احلاس ختم ہو جاتا ہے۔ ان حلوہ سے منتقلین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کراچی کے بااثر حلقوں میں اثر و رسوخ پیدا کر کے اپنے مزدور دشمن مقاصد است کی حفاظت کریں۔

۱۹۷۱ء کے آغاز میں احمد کراچی حلوہ مرحنٹ کے مزدوروں نے اپنی یونین احمد کراچی حلوہ مرحنٹ ورکرز یونین بنائی۔ اس کا الحاق قومی مزدور اتحاد سے کیا گیا۔ یونین نے اپنے قیام کے فوری بعد منتقلین کو گذشتہ واجبات کی ادائیگی کے لئے لیٹر دیا اور اس سلسلے میں ہنگامہ فوری سے بھی رجوع کیا گیا۔ لیکن ہنگامہ فوری سے مزدوروں کی شکایات سے تمام لیٹر زغاہ ہو گئے۔ انتظامیہ نے یونین بننے کے بعد فوری طور پر یونین کے تقریباً دس سرگرم کارکنوں کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ یونین نے انتظامیہ کو مزدوروں کے قانونی حقوق کی ادائیگی کے لئے لیٹر دیا۔ انتظامیہ نے اپنی یہ کارکردگی دکھائی کہ اس لیٹر کی وصولیابی کے بعد یونین کے جنرل سکرٹری، نائب صدر اور ایک رکن مجلس عاملہ کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ تاکہ مزدوروں میں خوف و ہراس پھیلا کر یونین کو توڑا جائے۔

احمد نوڈ انڈسٹریز میں بھی یونین تشکیل دی جا چکی ہے اور وہاں بھی یونین کے قیام کے بعد بہت سے سرگرم مزدور کارکنوں کو نکالا جا چکا ہے۔ خصوصاً چار چار سال کے کام کر نوالی خاتون کارکنوں کو یونین سازی کے بعد ملازمت سے نکالا گیا ہے۔ یا انہیں عارضی کر دیا گیا ہے۔

یونین اور انتظامیہ کے باہم ہنگامہ فوری میں مصالحتی امور کے سامنے ایک مصالحتی میٹنگ ہوئی۔ یونین کے رہنماؤں نے اپنا یہ مطالبہ پیش کیا کہ چند مزدوروں کو انتظامیہ کم کے اجرت کے قانون کے مطابق ایک سو چالیس روپے اجرت نہیں دیتی ہے۔ لہذا ایسے مزدوروں کو کم از کم اجرت جو ۱۴ روپے بنتی ہے ادا کی جائے۔ انتظامیہ نے یونین سے ایسے مزدوروں کی فہرست مانگی اور جب اسے فہرست فراہم کر دی گئی تو ایسے تمام مزدوروں کو اگلے ہی روز سے بغیر کسی لیٹر یا کارروائی کے ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔

ان حقائق کے باوجود اس نیکرشی کے مزدور قومی مزدور اتحاد کے پرچم تلے سرابدار دشمن اور اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد میں پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے حصہ لے رہے ہیں۔ وہ اپنے روزمرہ عمل اور طبقاتی جدوجہد کے ذریعے اس حقیقت کو ذہنی اور عملی طور پر سمجھتے جا رہے ہیں کہ جب تک ملک میں سرمایہ دارانہ نظام موجود ہے اس وقت تک تمام نیکموں اور اداؤں میں مزدور دشمن افراد سرمایہ داری نظام کے تحفظ اور سرمایہ داری کی خوشنودی کے حصول میں لگے رہیں گے۔ اس نیکرشی کے مزدوروں نے عزم کر رکھا ہے کہ وہ اپنے سرمایہ دار کے ساتھ ساتھ تمام ملک کے سرمایہ داروں کے خلاف دلیہ از حد جدوجہد کو اس وقت تک جاری رکھیں گے۔ جب تک محنت کش طبقہ کی مکمل فتح اور مزدور کان اتحاد کے پرچم تلے عوامی جمہوریت قائم نہیں ہو جاتی۔

ایس آئی ٹی ایئر شاہ میں احمد نوڈ انڈسٹریز نام کا ایک کارخانہ ہے جس کے مالکان سامراج کی جھوٹے مزدور دشمن جماعت یعنی جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملنے مالکان جو خود کو اسلام پسند اور شریعت کا پابند کہتے ہیں ان کی مزدور دشمن اور جی کارروائیوں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اس کارخانے کے تمام اور اس کی ترقی کی تاریخ اگر مرتب کی جائے تو یہ حقیقت صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ کس طرح دھوکے بازی، چور بازی، لوٹ کھسوٹ اور مزدوروں کے حقوق غصب کر کے چھوٹی چھوٹی سی نیکرشیوں کے مالک بڑے سرمایہ دار بن جاتے ہیں۔ اور یہ کہ مزدوروں کی لوٹ کھسوٹ اور اپنے گھناؤنے گردن پر پردہ ڈالنے اور کام فحش کشوں کو دھوکا دینے کے لئے کس طرح نیکرشی سرابدار اسلام پسند اور پابند شریعت بن جاتے ہیں۔

احمد کراچی حلوہ مرحنٹ کے مالکان کی پہلے ایک چھوٹی سی دکان شہر میں تھی۔ بعد میں شیر شاہ میں ایک نیکرشی قائم کی گئی۔ انتظامیہ نے ملک کے صنعتی قوانین کو اپنی نیکرشی پر لاگو نہ کرنے کے لئے اسے کمال عیاری سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جس میں سے ایک کا نام احمد نوڈ انڈسٹریز لٹمڈ اور دوسری کا نام احمد کراچی حلوہ مرحنٹ لٹمڈ رکھا۔ حالانکہ صنعتی قوانین کی رو سے ایک احاطے میں دو نیکرشیاں نہیں ہو سکتیں۔ اور بالخصوص لٹمڈ نیکرشیاں تو کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اسلام پسند مالکان نے ہنگامہ فوری سے مزدور دشمن انصران سے کچھ جوڑ کر کے اپنی مزدور دشمنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

احمد نوڈ انڈسٹریز لٹمڈ اور احمد کراچی حلوہ مرحنٹ لٹمڈ دونوں میں ڈھائی سو سے تین سو تک مزدور ملازم ہیں۔ اور اگر دونوں کو الگ الگ کر کے دیکھا جائے تب بھی ہر دو میں الگ الگ محاسبات محاسبات سے زائد مزدور کام کرتے ہیں۔ اور اس طرح ان نیکرشیوں پر صنعتی قوانین مکمل طور پر لاگو ہوتے ہیں۔ لیکن نیکرشی مالکان کا یہ ریکارڈ ہے کہ انہوں نے آج تک مزدوروں کو کبھی قوانین کے مطابق سہولتیں بھی نہیں دیں۔ نوٹس پے، گریجویٹ، چھٹیاں، بونس، احتیاج اور ڈیٹا اور حاضری کارڈز تو پاس وغیرہ بھی مزدوروں کو کبھی نہیں دئے گئے۔ ہنگامہ فوری سے انصران جن کا یہ فرض ہے کہ وہ تحقیقات کریں کہ آیا ایک نیکرشی میں صنعتی قوانین پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں وہ بھی کچھ نہ کر سکے۔ نیکرشی کے مالکان کا کہنا یہ ہے کہ ہماری ہتھالی میں مری سیکرٹری ہے جسے بھی ہتھالی اور ویسی گئی کے ایک دوڑے دیے گئے وہ رام ہو جاؤ گا۔

مالکان نے کبھی ایسے حالات پیدا نہیں ہوئے دئے کہ نیکرشی میں یونین بنائی جاسکے۔ جس مزدور کو انتظامیہ ملازمت سے علیحدہ کرنا چاہتی ہے۔ اسے کہہ دیا جاتا ہے کہ "کل سے مت آنا" خواہ اس کی ملازمت آٹھ دس سال پرانی کیوں نہ ہو۔ اگر کسی مزدور سے منتقلین کو اس بات کا ظہر ہو کہ یہ طویل مدت ملازمت کے سبب بننے والے واجبات کے حصول کے لئے ہنگامہ فوری یا دوسرے حکموں کے ذریعے انتظامیہ سے رجوع کر سکتا ہے۔ اس سے منتقلین زبردستی استغفار پر دستخط کر لینے ہیں تاکہ واجبات ادا نہ کرے۔ ہر حال مالکان اور نیکرشی انتظامیہ کے بہت سے دعووں میں سے ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ اس نے گذشتہ تین ماہ کے عرصے کو چھوڑ کر ماضی میں کبھی کسی مزدور کو ملازمت سے علیحدہ نہیں کیا کیونکہ کوئی مزدور اس کا سکرٹری ثابت نہیں ہو سکتا۔ چار یا پانچ سال قبل نیکرشی کے مزدوروں نے ایک یونین بنائی تھی لیکن یونین کے مزدوروں کو ملازمت سے علیحدہ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں جوئے مقدمات میں جکڑوا دیا گیا۔ اس طرح یونین کو ختم کر دیا گیا۔

اس نیکرشی کی انتظامیہ جہاں مزدوروں کے حقوق غصب کرتی رہی ہے وہاں





(۲)



(۱)

(۱)  
پیرس کمپیون کے ایک لیڈر، لوئس یوجین وارلین جو محنت کشوں  
کی بین الاقوامی انجمن کے ایک رکن تھے۔ وہ پہلے پیرس میں ایک جلسہ کی  
حیثیت سے کام کرتے تھے۔ وہ کمپیون کا دفاع کرتے ہوئے ایک لڑائی میں  
ہیرو کی طرح شہید ہو گئے۔

(۲)

پیرس کمپیون کی مسلح افواج کے ایک لیڈر جارجوسلا دوویراوسکی  
جو ایک پولستانی انقلابی تھے۔ انھوں نے دنیا کے پہلے پروولتاری  
انقلابی سیاسی اقتدار۔ پیرس کمپیون کا دفاع کرتے ہوئے ایک  
مورچے پر اپنی جان قربان کر دی۔

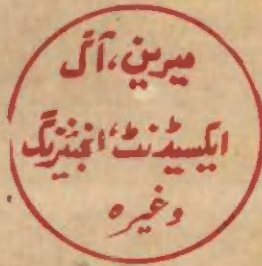
(۳)

پیرس کمپیون کی ایک ہیروئن، لوئس ہیل۔ انہوں نے گرفتاری کے بعد  
بھی سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے رحمت پسند عدالت کے ججوں  
سے کہا۔ ”اگر تم نے مجھے زندہ رہنے کا موقع دیا تو بھی میرے اندر  
استقامت کی آگ سلگتی رہے گی۔“ آخر کار رحمت پسند حکومت نے انھیں  
غیر قانونی طور پر شہر بدر کر کے بحر الکاہل میں واقع نیوکلیڈر دنیا کے جزیرے  
میں جمع دیا جہاں ان سے کڑی جسمانی محنت لی جاتی تھی۔

(۳)



# پائینر انشورنس کمپنی لمیٹڈ



✧ دفتر مغربی پاکستان میں

کراچی، راولپنڈی، لاہور، لاہور، ساہیوال، حیدرآباد

✧ دفتر مشرقی پاکستان میں

ڈھاکہ، نارائن گنج، چٹاگانگ، کھلنا

ایجنسیاں پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں موجود ہیں

## پائینر انشورنس کمپنی لمیٹڈ

۶۱۸ / ۶۱۱ قہرہاؤس، بندر روڈ، کراچی

ٹیلیفون: ۲۳۴۳۸۶، ۲۳۴۳۸۷، ۲۳۵۰۱۰، ۲۳۵۰۱۱